سیرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

تالیف
محمد رضا

ترجمہ
محمد سرور گوہر

نظرثانی
حافظ ثناء اللہ ضیاء

مکتبہ اسلامیہ

سیرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ

کتاب ---------------- سیرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

تالیف ---------------- محمد رضا

ترجمہ ---------------- محمد سرور گوھر

نظر ثانی ---------------- حافظ ثناء اللہ ضیاء

ناشر ---------------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------------- دسمبر 2010ء

قیمت ----------------

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973

بیسمنٹ اٹلس بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256

E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

فہرست

مؤلف کا مختصر تعارف

استاد محمد رضا قاہرہ یونیورسٹی کی لائبریری کے ڈائریکٹر اور مدرسہ جمعیت خیریہ اسلامیہ میں مدرس تھے۔

آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

① محمد صلی اللہ علیہ وسلم

② ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

③ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

④ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

⑤ امام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

⑥ حسن وحسین رضی اللہ عنہما

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت کے متعلق مختلف کتب میں متفرق اقتباسات کو اپنی ان تالیفات میں جمع کیا' انہوں نے اس بارے میں صرف کتب سیرت پر ہی اکتفا نہیں کیا' بلکہ انہوں نے کتب تاریخ وتفسیر' شروحاتِ احادیث، معاجم لغہ، تراجم الرجال کے علاوہ مستشرقین کی کتب سے بھی استفادہ کیا، ان میں سے بعض نے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور بعض نے اپنی غرض وحرص کو پیش نظر رکھا۔ مولف رحمۃ اللہ علیہ نے مفاد پرستوں کی تغلیظ وتکذیب کا رد کیا اور گمراہ کن نظریات پھیلانے والوں کے اعتراضات کے شافی جوابات دیئے۔

آپ نے ابوحامد غزالی کی زندگی اور تالیفات کو ایک کتاب میں قلم بند کیا، اخلاقیات پر "التجارب" نامی کتاب تحریر کی نیز تربیت پر کلمات فی التربیۃ نامی رسالہ تحریر کیا۔

آپ نے ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں، مؤلف اور تمام مومنوں کو روز قیامت معاف فرمائے۔ ❶

❶ الأعلام للزركلي ٦/ ١٢٧۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

کسی بھی شخصیت کی شکل وصورت کو محفوظ رکھنے کے لیے لکڑی، پتھر، لوہا، تانبا، مٹی یا ہاتھی دانت وغیرہ کا استعمال بت سازی کے زمرے میں آتا ہے، جبکہ اس کے برعکس اسی شخصیت کے شب وروز کے معمولات کو الفاظ کے نقوش میں محفوظ کرنے کو سوانح عمری کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔اول الذکر کام شیطانی نجاست ہے جبکہ مؤخر الذکر کی تعلیم رحمان وحمید کے مقدس کلام قرآن مجید نے دی ہے۔رب کریم نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر نوح وشیث، ابراہیم وادریس، اسحاق ویعقوب، موسیٰ وشعیب، ھود ولوط، اسماعیل واسرائیل اور آسیہ ومریم علیہم السلام کے شب وروز کے معمولات کا ذکر کیا ہے اوران میں سے بعض کے شب وروز کے معمولات کا تذکرہ کرنے کا حکم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیا ہے۔

قرآن حکیم نے فقط انبیاورسل علیہم السلام کے شب وروز کے معمولات ہی کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ متعدد صلحا وشہدا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے پیارے رفقا کا ذکر خیر بھی کیا ہے اور انہی مقدس ومطہر ہستیوں کے شب وروز کے معمولات کو صراط مستقیم سے تعبیر فرمایا ہے اور اسی صراط مستقیم کو اختیار کرنے کا ہمیں درس دیا ہے۔ ہر مؤمن ہر روز کم وبیش چالیس، پچاس مرتبہ جن مقدس ومطہر ہستیوں کے نقش قدم پر چلنے کی نہایت عاجزی سے رب العالمین سے استدعا کرتا ہے۔انہیں میں سے ایک شخصیت رب العالمین کے مخلص عابد، رحمت اللعالمین کے جانثار مجاہد اورامت مرحومہ کے نامور زاہد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وعن والدیہ و ذریاتہ کی بھی ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے شب وروز کے معمولات کو الفاظ کے نقوش میں محفوظ کرنے کی سعادت نامور شخصیات کو حاصل ہے۔زیر نظر کتاب بین الاقوامی شہرت یافتہ یونیورسٹی جامعہ قاہرہ کی لائبریری کے انچارج الاستاذ علامہ محمد رضا مصری کی تالیف کردہ ہے۔

محبوب ﷺ کے محبوب کی یہ سوانح حیات محبوب ﷺ کی محبوب زبان یعنی عربی میں لکھی گئی ہے۔مگر ہم محبوب کی محبوب زبان سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے اس کتاب سے براہ راست استفادہ کرنے سے قاصر تھے۔ چنانچہ عصر حاضر میں جناب مولانا محمد سرور عاصم صاحب نے اردو دان طبقہ کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کتاب کو اردو قالب میں ڈھالنے کا ارادہ فرمایا۔اس عظیم کام کے لیے ان کی نظرِ انتخاب معروف سکالر جناب مولانا ابوانس محمد سرور گوہر پر پڑی۔موصوف نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ اس کتاب کو اردو کے زیور سے آراستہ کرنے کی سعی جمیلہ کی،موصوف کی یہ کوشش قابل ستائش ہے۔راقم نے اس ترجمے کو اصل کتاب سامنے رکھ کر بغور پڑھا ہے اور جہاں کہیں سقم دیکھا اس کی اصلاح بھی کی ہے۔ممکن ہے کہ مجھ سے بھی کچھ تسامحات سرزد ہوئے ہوں۔کیوں کہ کسی بھی زبان میں لکھے ہوئے مضمون کو کسی دوسری زبان میں من وعن بیان کرنا محال نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے کیوں کہ ہر زبان کا مزاج الگ الگ ہوتا ہے جبکہ ہر محرر کا اندازِ تحریر بھی جدا جدا ہوتا ہے۔

حوالہ جات کی تخریج مؤلف نے خود کی ہے۔راقم نے مؤلف کے درج کردہ حوالوں کی تصدیق کے لیے مصادر کی طرف مراجعت کی ہے۔ایک آدھ حوالہ جو درست نہیں تھا اس کی نشاندہی بھی کی ہے اور بعض بیانات کی تخریج بھی کی ہے۔

حافظ ثناء اللہ ضیاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمة المحقق

ہر قسم کی تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد اور مغفرت طلب کرتے ہیں۔ ہم اپنی جانوں اور اپنے برے اعمال کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت عطا کردے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا، اور جسے وہ گمراہ کردے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، آپ ﷺ نے امانت کی ذمہ داری قبول کی، حق رسالت ادا فرمایا اور آخری وقت تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے شایانِ شان جہاد کرتے رہے، جس کے نتیجہ میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس روز آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے، جس روز وہ اپنے نبی اور مومن بندوں کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴾ ❶

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اس حالت میں مرو کہ تم مسلمان ہو۔‘‘

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴾ ❷

❶ ۳/ آل عمران:۱۰۲۔ ❷ ٤/ النساء: ۱۔

''اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان سے حضرات وخواتین کی صورت میں نسل انسانی کو فروغ دیا اور اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو، اور قرابت داری (کے تعلقات منقطع کرنے) سے ڈرو، یقین جانو کہ اللہ تم پر نگران ہے۔''

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ ﴾ ❶

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی اور صاف بات کہو وہ تمہارے اعمال کو درست فرما دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کرتا ہے۔''

حمد وصلوٰۃ کے بعد!

اسلام لوگوں کو ہدایت دینے، انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے، انہیں دنیا وآخرت میں سعادت مند بنانے اور صالح معاشرہ تشکیل دینے کے لئے آیا، اس کی راہنمائی سے وہی فیض یاب ہو سکتے ہیں جو عقیدہ، عبادت و معاملات اور اخلاق سے متعلق اسی سے راہنمائی لیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد ﷺ کو دعوت دینے، اس کی توحید کا اعلان کرنے اور اس کے متعین کردہ منہج کی روشنی میں تنہا اسی کی عبادت کی دعوت دینے کیلئے مبعوث فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کو لوگوں کا تزکیہ وتربیت کرنے اور معاشرے میں فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے تمام عناصر کی بیخ کنی کرنے کے لیے مبعوث فرمایا۔

چونکہ اس دین حنیف کی تبلیغ میں علما، انبیا علیہم السلام نے خیر کی طرف دعوت دینے اور صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرنے میں ذمہ داری ادا کی، انہوں نے اسلام اور اس کے عقائد

❶ ۳۳/ الاحزاب: ۷۰، ۷۱۔

کے دفاع اور اس کے متعلق شکوک وشبہات دور کرنے کے لئے اپنی جان اور اپنے مال کے نذرانے پیش کر دیئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ملنے والے اجر وثواب اور اس کے ان وعدوں پر پختہ یقین رکھتے ہوئے جو اس نے اپنے نیک بندوں سے کئے ہیں صراط مستقیم کے حصول میں اپنی تمام مساعی کو صرف کیا۔ جس کی وجہ سے ایمان ان کے دلوں میں راسخ اور جا گزین ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جلد ہی اسلام کے کارکن بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾ ❶

”اور مہاجرین وانصار میں سے پیش قدمی کرنے والوں اور خلوص دل سے ان کے نقش قدم پر چلنے والوں سے اللہ خوش ہو گیا اور وہ اللہ سے خوش ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں، وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔“

اسی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کے شب و روز اس قدر اہم ہیں کہ ہر زمانے کے تمام مسلمان مرد وزن کو ان کی ضرورت رہی ہے، ان نابغۂ روزگار ہستیوں کی زندگی میں ہمارے لیے مکمل نمونہ ہے، انہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں نور اسلام کی شمع روشن کی، اور انہی کی حیاتِ طیبہ کے شب و روز پر امت اسلامیہ کو فخر وناز رہا ہے۔ تابعین، تبع تابعین، اہل بصیرت، اہل عدالت، اطبا وحکما نسل در نسل انہیں سے حرارتِ ایمان، حلاوتِ زہد وتقویٰ، جوش جہاد وقوت، مدبرانہ حکومت، یقین محکم، عدل واحسان اور پختہ فراست حاصل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ روشنی کے مینار ہونے کا شرف انہیں کیونکر حاصل نہ ہو وہی تو اہل حق ہیں اور وہی دراصل سالارِ کاروانِ ہدایت ہیں۔

❶ ۹/ التوبہ: ۱۰۰۔

جب ان کے دل دولت ایمان سے معمور ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کاملہ کے اظہار کیلئے ایمان کو ان کے دلوں کی زینت بنا دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ﴾ ❶

''لیکن اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں پسندیدہ بنا دیا ہے اور کفر و فسق اور عصیان و طغیان کو تمہارے لئے ناپسندیدہ قرار دیا۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں''

جب انہوں نے نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فوز و فلاح کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴾ ❷

''بلاشبہ مومن کامیاب ہوئے۔''

اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

﴿ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ﴾ ❸

''پس تم اس کی عنایت سے بھائی بھائی ہو گئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ اخوت کو مستحکم کرتے ہوئے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ)) ❹

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔''

چنانچہ وہ ایک ہاتھ، یک دل اور جسد واحد ہو گئے اور باہم شفقت و رحمت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ

❶ ٤٩/ الحجرات:٧۔ ❷ ٢٣/ المؤمنون:١۔ ❸ ٣/ آل عمران:١٠٣۔

❹ بخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم، رقم:٢٤٤٢؛ مسلم: کتاب البر، باب تحریم الظلم، رقم:٦٥٧٨۔

السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ ﴾ ❶

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں، تم انہیں رکوع و سجود کی حالت میں اور اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کی جستجو میں لگے ہوئے دیکھتے ہو، ان کے چہروں پر سجدوں کے نشانات ان کی شناخت کا ذریعہ ہیں، ان کے یہ اوصاف تورات میں مذکور ہیں اور یہی انجیل میں ہیں۔''

وہ افضل الانبیا سید الرسل ﷺ کے بہترین ساتھی تھے اور آپ ﷺ کے بعد انہوں نے کرۂ ارض کے اکثر خطے پر اسلام کی نشر و اشاعت کا کام کیا، کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیئے ، انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ جہاد کیا، انسانوں تک کلمۂ حق پہچانے ، توحید کی دعوت دینے ، انسانوں کو مخلوق کی غلامی سے نجات دلا کر خالق کی بندگی پر لگانے کے لیے اپنی سب سے قیمتی چیز جان تک کو پیش کر دیا ، انہوں نے نوع انسانی کو طاغوتوں اور سرکشوں کے ظلم سے نکال کر اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف بلایا ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی خاطر غزوات و جہاد کی مشکلات کو خندہ پیشانی سے قبول کیا ، اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے میں جو مشکلات آئیں انہیں برداشت کیا ، انہوں نے کرۂ ارض پر بسنے والے تمام مسلمانوں کی خاطر اپنے بیوی بچوں اور اپنے وطن مالوف کو خیر باد کہہ کر مشرق و مغرب کا سفر کیا ، دینِ اسلام کی دعوت کو لوگوں تک پہنچایا ان کی محنت و کوشش کی وجہ سے پورے عالم میں ہدایت کا پیغام عام ہوا ، اسلام و ایمان اور عبادت و احسان کی بنیاد پر اسلامی حکومت و سلطنت قائم ہو گئی اور دنیا کے کونے کونے سے لوگ دین اسلام میں داخل ہونے لگے۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت سے رسول اللہ ﷺ ، آپ کے صحابہ کرام اور خاص طور پر ہمارے قابل صد احترام خلفائے اربعہ (ابوبکر ، عمر ، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم) کی سیرت جیسے عظیم موضوع پر قلم اٹھانے کی سعادت استاد محمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں آئی ، چنانچہ انہوں نے خلفائے اربعہ میں سے ہر ایک کی زندگی کے شب و روز پر ایک مستقل کتاب تحریر کی ، ان سے پہلے یہ سعادت کسی

❶ ٤٨/ الفتح : ٢٩۔

بھی محرر کو میسر نہ آئی، اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہے، پھر ان تالیفات کے بعد انہوں نے شباب اہل جنت، نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، ابومحمد حسن اور ابوعبداللہ حسین رضی اللہ عنہما کی سوانح حیات قلم بند کیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اور دیگر تمام صحابہ پر راضی ہوگیا۔

میں یہاں موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس ذات باری تعالیٰ پر توکل و بھروسہ کرتے ہوئے عرض کرنا چاہوں گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بعد سب سے اہم بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

''تم پر میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو پکڑنا لازم ہے، اسے خوب مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔'' [1]

اس حدیث پر عمل ان کی اتباع، ان کی سیرت و تاریخ اور ان کے طبقات و مراتب کے مطالعہ اور ان کے اقوال و فرامین کو یاد کرنے اور ان کے مؤقف کو نقل کرنے کے بعد ہی ممکن ہے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے، اسی طرح آپ کے صحابہ کرام کی زندگیوں میں بھی ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہونا چاہیے۔ پس ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حکمت، عمر رضی اللہ عنہ کا عزم و دور اندیشی، عثمان رضی اللہ عنہ کا حیا، علی رضی اللہ عنہ کا علم، حسن رضی اللہ عنہ کی نرمی، حسین رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی، حمزہ رضی اللہ عنہ کی شجاعت، معاذ رضی اللہ عنہ کا زہد و تقویٰ، عباس رضی اللہ عنہ کا یقین محکم، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تقویٰ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا توکل، جعفر رضی اللہ عنہ کا اخلاص، ابن عباس رضی اللہ عنہ کی محبت، ابن عمر رضی اللہ عنہ کی عبادت، انس رضی اللہ عنہ کی تواضع، حذیفہ رضی اللہ عنہ کا صدق، زید رضی اللہ عنہ کا صبر، ابوذر رضی اللہ عنہ کا حلم، ابی رضی اللہ عنہ کی غیرت اور ابودرداء رضی اللہ عنہ کا خوف بطور نمونہ اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ ان پر، جملہ صحابہ پر، ان کی اولاد اور ان کی بیویوں پر قیامت تک اپنی رضامندی کے پھول برسائے۔

میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور ہمارے ساتھ اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمائے، ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے متبعین میں شامل فرمائے۔ آمین

الشیخ خلیل مامون

---

[1] صحیح ابن حبان، المقدمہ، باب الاعتصام بالسنۃ؛ ترمذی، ابواب العلم، باب الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ؛ مسند احمد: ۴/ ۱۲۴؛ مستدرک حاکم: ۱/ ۴۰۹۰؛ ابوداود: کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ؛ ابن ماجہ: ابواب السنۃ، باب اتباع لسنۃ الخلفاء الراشدین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۃ

میں اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات اور اس کی ان گنت و بے شمار نعمتوں پر اس کی حمد بیان کرتا ہوں، اپنے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں کی اس سے مغفرت طلب کرتا ہوں، اسی سے ہدایت وتوفیق کی درخواست کرتا ہوں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کا گلدستۂ عقیدت پیش کرتا ہوں۔ أما بعد!

رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر لکھنے اور اسے اسلامی ممالک میں پھیلانے کا مجھے بے حد شوق تھا، اسی شوق کی تسکین کیلئے میں نے اس موضوع پر معلومات اکٹھی کرنے، پیچیدہ اور مبہم عبارتوں کی تشریح وتوضیح، روایات کی تحقیق وجستجو، واقعات کی تواریخ تک رسائی حاصل کرنے کیلئے طویل مدت صرف کی۔ میں نے نہایت واضح براہین اور قطعی دلائل کے ذریعے اعتراضات وشبہات کا جواب دیا۔ جس کے نتیجے میں عالم اسلام کو اس موضوع پر صحیح معلومات فراہم کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب منظر عام پر آئی، جب یہ کتاب طباعت کے زیور سے آراستہ ہو کر قارئین تک پہنچی تو قارئین نے اسے شرف قبولیت بخشا اور ذوق وشوق سے اس کا مطالعہ کیا، اللہ کا شکر ہے کہ ہر عام وخاص نے اسے شرف قبولیت بخشا، فاضل علما اور نامور ادبا کی طرف سے کتاب پر تبصرے شائع ہوئے، اس کی تعریف وتوصیف پر مشتمل خطوط مجھے مسلسل آنے لگے، حتیٰ کہ مجھ جیسا عاجز وضعیف شخص ان کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر رہا۔ جس کی وجہ سے میں نے شدت سے محسوس کیا کہ دنیوی مشاغل کی کثرت کے باوجود مجھے تحقیق وتالیف کے عمل کو جاری رکھنا چاہئے۔

میرے بہت سے قریبی دوستوں نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ آپ نے جس اسلوب کو پیش نظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر کتاب لکھی ہے، اسی طرح، اسی منہج اور اسی اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے خلفائے راشدین کی سیرت بھی قلم بند کریں، ان کی اس ذوق وشوق کی وجہ سے مجھے دلی مسرّت حاصل ہوئی، اور مجھے اسی قلبی کیفیت نے ان کے اس مطالبے کو پورا کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت پر کتاب

لکھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا، کیونکہ وہ ان خلفا میں سے پہلے خلیفہ ہیں، جن کی اقتدا کرنے اوران کی راہ پر چلنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب غیر ثباتی کا شکار ہو گئے، مسلمانوں میں اختلافات رونما ہو گئے، خاص طور پر انصار و مہاجرین میں خلافت کے مسئلہ پر اختلاف رونما ہوا۔ ان مشکل حالات میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی مثبت سوچ اور حاضر دماغی کی وجہ سے ان اختلافات کا تدارک کیا جس کی وجہ سے وہ بالاتفاق خلیفہ منتخب کر لئے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ثابت کیا کہ ان حالات میں آپ ہی سب سے موزوں شخصیت ہیں، کیونکہ اس وقت عربوں نے جب یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے تو ان میں سے بہت سے اسلام سے منحرف ہو گئے اور جزیرۂ عرب میں مرتدین کا معاملہ سنگین تر صورت اختیار کر گیا، متعدد دجالوں نے نبوت کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کے خلاف فوجیں جمع کرنا شروع کر دیں، بعض قبائل تو اسلام سے خارج ہو گئے، کچھ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، کسی نے نماز کو موقوف کر دیا، کسی نے محرمات کو مباح قرار دے دیا اور بہت سے قبائل نے مدینہ کی سرپرستی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے تمسک، ان کی قوت، عزیمت اوران کی شجاعت نہ ہوتی تو مرتدین غالب آ جاتے اور وہ جس طرح چاہتے اسلام کے خلاف فیصلے کرتے، مرتدین کے معاملے نے بظاہر کبار صحابہ کو ہلا کر رکھ دیا، لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ ثابت قدم اور غیر متزلزل رہے، انہوں نے لشکروں کو روانہ کر کے اور عرب کے تمام علاقوں میں حکمران مقرر کر کے اپنی استقامت و استقلال کا مظاہرہ کیا۔ اس طرح انہوں نے ایک سال سے بھی کم عرصہ میں مرتدین کی سازشیں ناکام بنا کر انہیں ذلت آمیز شکست و ہزیمت سے دوچار کر کے ملک میں امن و امان قائم کر دیا۔

آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عراق و شام کی طرف لشکر روانہ کئے اور ایران و روم کو شکست دی اور ان سے عرب علاقے چھین کر اسلامی ریاست میں شامل کر دیئے۔ اس طرح مسلمانوں کی فتوحات کا سیلاب جزیرۂ عرب تک پھیل گیا۔ یہ سب کچھ آپ کی خلافت کے دو سال اور کچھ مہینوں پر محیط مدت میں ہوا۔ بلاشبہ ان عظیم کارناموں کی نسبت یہ مدت بہت ہی کم ہے۔ آپ کی اسی حکمت عملی نے آپ کے بعد آنے والے خلفا کے لئے

فتوحات اسلامیہ کی راہ ہموار کی اور اسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی نیابت عطا فرمانے کی حکمت واضح ہوئی۔

اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ بہت ہی نرم مزاج، خاموش طبع، دنیا سے بیزار اور متواضع شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کو دنیا سے کسی قسم کا لگاؤ اور بادشاہت وتونگری کا کوئی طمع نہیں تھا بلکہ اسلام کی نشر واشاعت، اس کے ارکان کا دفاع اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع ان کا اہم مشن تھا۔ آپ مسلمانوں کے دلوں کو باہم ملاتے تھے۔

مختصر یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے لئے ان کے دین و دنیا کے اعتبار سے عمدہ نمونہ تھے۔ آپ نے اپنی جانشینی کے لئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا کیونکہ اب وہی اس وقت اس منصب جلیلہ کے بہترین اہل تھے وہ آپ کے عہد خلافت میں آپ کے وزیر ومشیر، آپ کے قاضی اور آپ کی خلافت میں طویل مدت تک آپ کے ساتھ رہے تھے، اور یہ سب کچھ اسلام کی بقا اور اس کے وجود کی حفاظت کے لئے تھا۔

یہی وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں جن کی حیات مبارکہ کے تعارف، آپ کی خلافت کی تشریح آپ کی حکمت عملیوں کو واضح کرنے کے لئے میں نے اپنی اس کتاب کو تالیف کیا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق بخشی اور میں امید رکھتا ہوں کہ مسلمان اس سے مستفید ہو کر اپنے اسلاف کی پاکیزہ زندگیوں کے بارے میں غور وفکر فرمائیں گے کیونکہ میں نے بڑی حد تک اہم شخصیات کی زندگیوں کے شب و روز بڑی تفصیل سے ان کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ تحقیق و مراجعہ کو آسان بنانے کے لئے تواریخ محفوظ کر دی ہیں اور مشکل الفاظ کی تفسیر وتعبیر بیان کر کے قارئین کی مشکل کو بڑی حد تک آسان کر دیا ہے۔

آخر پر ان تمام دوستوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میری تالیف ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' پر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ میں ان کی اس ہمدردی، مہربانی اور حوصلہ افزائی پر ان کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مشکور وممنون ہوں۔

محمد رضا مصری

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی پر طائرانہ نظر ❶

نام ونسب

آپ کا اسم گرامی عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعید بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوَیّ القرشیّ التیمی ہے، مرّۃ بن کعب پر آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ ابوبکر الصدیق بن ابی قحافہ۔ ابوقحافہ کا نام عثمان، ان کی والدہ ام الخیر سلمٰی بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرّۃ ہیں، یہ ابوقحافہ کے چچا کی بیٹی تھیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے اسلام قبول کیا، پھر ان کے بعد ان کی والدہ مسلمان ہوئیں، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی۔ علما بیان کرتے ہیں کہ فقط ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کی آل میں چار پشتوں (نسلوں) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

① ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والدین ② خود ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ③ ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ④ ان کے پوتے ابوعتیق رضی اللہ عنہ اسی طرح آپ کی صاحبزادی اسماء رضی اللہ عنہا اور آپ کے نواسے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما یہ چاروں نسل در نسل صحابی ہیں۔

لقب

جہنم سے آزادی کی وجہ سے آپ کو ''عتیق'' کا لقب دیا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے خوبصورت چہرے کی وجہ سے آپ کو ''عتیق'' کا لقب دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَبُوْبَكْرٍ عَتِيْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ)) ❷

''ابوبکر، جہنم سے اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔''

---

❶ سیر أعلام النبلاء: ۲/ ۶۲۹؛ معرفة الثقات: ۲/ ۳۸۷؛ الثقات: ۱/ ۵۲؛ تهذیب التهذیب: ۱۲/ ۴۵؛ تقریب التهذیب: ۱/ ۳۸۱؛ تهذیب الکمال: ۱۵/ ۲۸۲؛ الاستیعاب ۳/ ۹۶۳؛ الاصابه: ۴/ ۱۶۹۔ ❷ مستدرك حاکم: ۲/ ۴۵۰؛ کنز: ۳۵۶۵۵۔

اسی روز سے آپ کا نام عتیق رکھا گیا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ انہیں عتیق اس لئے کہا گیا کہ ان کے نسب میں کوئی نقص وعیب نہ تھا۔ ان کے صدیق نام ہونے پر ائمہ کا اجماع ہے۔ صدیق کی وجہ تسمیہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے ذریعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام "الصدیق" رکھا ❶ اور اس نام رکھنے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے میں پہل کی اور سچائی پر قائم رہے اور کسی بھی حال میں ان سے نہ تو کوئی شر وفساد واقع ہوا اور نہ کبھی جھوٹ صادر وثابت ہوا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

"جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے ایک حصے میں بیت المقدس کی طرف لے جایا گیا اور صبح کے وقت آپ نے اس کے متعلق لوگوں کو بتایا تو آپ پر ایمان لانے والوں اور آپ کی راست بازی پر یقین رکھنے والوں میں سے بھی کچھ لوگ تردد کا شکار ہو گئے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس وقت یہ اعلان فرمایا: "میں تو اس سے دور کی خبروں کی بھی تصدیق کرتا ہوں، میں تو صبح وشام آپ کے پاس آسمان سے آنے والی خبروں کے بارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہوں" اسی لئے آپ کو ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔" ❷

ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

وسميت صديقًا و كل مهاجر
سواك يسمّى باسمه غير منكر

"آپ کا نام صدیق رکھا گیا اور آپ کے سوا ہر مہاجر کو اس کے نام سے موسوم کیا گیا کسی کو اس نام سے یاد کرنا کوئی بری بات نہیں۔"

وسبقت إلى الاسلام والله شاهد

---

❶ مستدرك حاكم، كتاب معرفة صحابه، ابو بكر بن ابی قحافه۔

❷ السلسلة الصحيحه للالبانی:٣٠٦۔

وکنت جلیساً فی العریش المشھر

''اللہ گواہ ہے کہ آپ نے اسلام کی طرف سبقت کی اور آپ چھپلے ہوئے سائبان میں آپ ﷺ کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔'' ❶

ولادت:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عام الفیل سے تقریباً تین سال بعد ۵۷۳ء میں پیدا ہوئے، آپ رسول اللہ ﷺ سے تین سال چھوٹے تھے اور آپ رحمت عالم ﷺ کی بعثت سے قبل ہی آپ کے دوست تھے اور اکثر آپ ﷺ کے گھر اور آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

کنیت کی وجہ تسمیہ

بعض نے کہا ہے کہ خصالِ حمیدہ میں جلدی اور پہل کرنے کی وجہ سے آپ کا نام ابوبکر رکھا گیا، جب آپ نے اسلام قبول کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کے لئے اپنے مال و جان کے ذریعے نبی ﷺ کی مدد کی اور انہیں تقویت پہنچائی۔ جب آپ مسلمان ہوئے تو آپ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے جنہیں آپ نے تجارت کے منافع سمیت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ۝ ﴾ ❷

''اور پرہیزگار کو اس سے بچالیا جائے گا۔ (یعنی) اس کو جو تزکیۂ نفس حاصل کرنے کے لئے اپنا مال دیتا ہے اور کسی کا اس پر احسان نہیں، جس کا اسے بدلہ دے دیا جائے۔''

مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، بعض کا خیال ہے کہ یہ

❶ مستدرك حاكم: كتاب معرفة صحابه، ابوبكر بن ابی قحافه۔

❷ ۹۲/ اللیل: ۱۷، ۱۸، ۱۹۔

آیت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو مسترد کیا ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا شمار دورِ جاہلیت میں بھی قریش کے سرداروں میں ہوتا تھا، آپ ان کی پسندیدہ اور ہر دلعزیز شخصیت تھے، دور جاہلیت میں بھی لوگ دیت کے فیصلے انہیں سے کراتے تھے، جب وہ کوئی کام کرتے تو قریش ان کی تصدیق کرتے، وہ ان کی اور ان کے ساتھ شریک ہونے والے آدمی کی ضمانت کو قبول کرتے، اگر ان کے علاوہ کوئی اور شخص کسی شخص کی ضمانت دیتا تو وہ اسے تنہا چھوڑ دیتے اور اس کی تصدیق نہ کرتے۔ جب اسلام آیا تو انہوں نے اس کی طرف سبقت کی اور ان کی دعوت پر ان دس افراد میں سے جنہیں جنت کی بشارت دی گئی تھی، پانچ نے اسلام قبول کیا۔ وہ پانچ یہ ہیں: عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم۔ [1]

ان کے والدین، ان کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد نے بھی اسلام قبول کر کے شرف صحابیت حاصل کیا۔ جن پانچ افراد نے ان کی دعوت پر اسلام قبول کیا یہ انہیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حلقہ اسلام میں داخل کیا پھر ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز ادا کی۔

اکثر محققین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، [2] شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا؟ انہوں نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے، پھر انہوں نے فرمایا: کیا تم نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا کلام نہیں پڑھا: [3]

اذا ذكرت شجوًا من أخي ثقة

فاذكر أخاك أبابكر بما فعلا

"جب تم کسی ثقہ شخص کی غم و حاجت کو یاد کرو تو اس کے بعد اپنے بھائی

---

[1] التفسير الكبير، سورة الليل، آيت: ١٧ تا ١٩۔ [2] مروج الذهب ٣/ ٢٧٧۔

[3] مستدرك حاكم، كتاب معرفة صحابه، ابوبكر بن ابی قحافه۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کارناموں کو ضرور یاد کیا کرو۔‘‘

خیر البریة اتقاھا وأعدلھا
بعد النبی وأوفاھا بما حملا

’’وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پوری مخلوق میں سب سے زیادہ متقی، سب سے زیادہ بہتر، سب سے زیادہ منصف اور سب سے زیادہ ذمہ داری نبھانے والے شخص تھے۔‘‘

والثانیَ التالیَ المحمودَ مشھدُہ
وأول الناسِ قدماً صدَّق الرسلا

’’وہ دوسری شخصیت ہیں جن کا ذکر قابل تعریف ہے اور وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔‘‘

آپ قریش کے شجرۂ نسب اور ان میں سے اچھے اور بروں کو خوب جاننے والے تھے۔ آپ ایک صاحب حیثیت تاجر، حسن مجالست اور خوابوں کی تعبیر جاننے والے تھے، آپ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما دو ایسی شخصیتیں ہیں جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں بھی شراب کو اپنے اوپر حرام قرار دے رکھا تھا۔ انہوں نے اسلام قبول کرتے ہی لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی انہی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا دَعَوْتُ اَحَدًا اِلَی الْاِسْلَامِ اِلَّا کَانَتْ عِنْدَہٗ کَبْوَۃٌ وَ نَظَرٌ وَتَرَدُّدٌ اِلَّا مَا کَانَ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ مَا عَلَمَ عَنْہُ حِیْنَ ذَکَرْتُہٗ لَہٗ))

’’ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا میں نے جس کو بھی اسلام کی دعوت پیش کی تو اس نے کچھ تردد کا اظہار کیا۔ لیکن جب میں نے ان کے سامنے اسلام کا ذکر کیا تو انہوں نے اس بارے میں ذرا بھی توقف نہیں کیا۔‘‘ [1]

یعنی انہوں نے اسلام کی طرف جلدی پیش قدمی کی، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

[1] الریاض النضرۃ للطبری، ص ٤١٥۔ السیرۃ النبویۃ، للمعافری، ٢/ ٩١۔

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ﴾ ❶

''اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کیا کریں۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر کی حیثیت حاصل تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام معاملات میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قریش کی طرف سے بہت ایذائیں پہنچائی گئیں، انہی میں ایک یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ خفیہ طور پر، اللہ کی عبادت کرنے کے لئے دار ارقم تشریف لے گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ علانیہ عبادت کرنے پر مسلسل اصرار کرتے رہے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّا قَلِيلٌ)) ❷

''ابوبکر! ہم قلیل ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت تک اسی حالت پر قائم رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو لے کر علانیہ تبلیغ کیلئے نکلے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر پہنچ کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر بیٹھ گئے جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطاب عام شروع کیا اور لوگوں کو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ اس طرح آپ پہلے خطیب ہیں جنہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ اس دعوت کو سنتے ہی مشرکین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور باقی مسلمانوں کو مارنے لگے، انہوں نے انہیں بہت سخت سزا دی، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پاؤں تلے روندا گیا اور ان کی سخت پٹائی کی گئی۔ عتبہ بن ربیعہ چمڑے کے جوتوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پٹائی کرنے لگا، وہ آپ کے چہرے پر مارنے لگا اور اس نے انہیں اس قدر مارا کہ ان کا چہرہ ورم آلود ہو گیا اور ان کے ناک اور چہرے میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا۔ بنو تیم کے لوگ پلٹ کر آئے انہوں نے مشرکین کو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دور کیا اور انہیں ان کے گھر پہنچایا، انہیں ان کی موت کے بارے میں کوئی شک نہیں تھا، یعنی ان کی موت یقینی نظر آ رہی تھی۔

پھر وہ (بنو تیم) پلٹ کر مسجد میں آئے تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ابوبکر فوت ہو

---

❶ ۳/ آل عمران:۱۵۹۔ ❷ بدایہ:۳/ ۳۰۔

گئے تو ہم عتبہ کو قتل کر دیں گے، پھر وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ان کے والد ابو قحافہ اور بنو تیم دن کے آخری پہر تک ان سے بات چیت کرنے کی کوشش کرتے رہے، لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، پھر جب وہ بولے تو پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس پر بنو تیم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ملامت کرنے لگے، آپ ان کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر ان سے بار بار یہی دریافت کرتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس پر ان کی والدہ نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے تمہارے ساتھی کا کچھ پتہ نہیں۔ انہوں نے کہا: آپ ام جمیل کے پاس جائیں اور ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کریں۔ وہ ان کے پاس گئیں اور ان سے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا: میں نہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتی ہوں اور نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو۔ پھر اس نے کہا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے ساتھ جا سکتی ہوں۔ انہوں نے کہا: آپ میرے ساتھ چلیں، وہ آپ کی والدہ کی معیت میں آپ کے پاس پہنچی۔ آپ اس وقت بے ہوش تھے وہ آپ کو بے ہوش دیکھ کر چیخ اٹھیں اور کہنے لگیں: اس نافرمان قوم نے آپ کو اس قدر تکلیف پہنچائی ہے؟ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ضرور انتقام لے گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا: یہ آپ کی والدہ موجود ہیں۔ انہوں نے کہا: ان سے کوئی خطرہ نہیں، یہ آپ کا راز افشاں نہیں کریں گی۔ ام جمیل نے کہا: وہ صحیح سلامت ہیں اور دارِ ارقم میں ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو جاؤں، میں اس وقت تک نہ تو کھانا کھاؤں گا اور نہ پانی پیوں گا۔ آپ کی والدہ کہتی ہیں: ہم نے اس معاملے کو مؤخر کیا حتی کہ لوگوں کی آمد و رفت رک گئی، پھر ہم آپ کو لے کر نکلے، آپ نے میرا سہارا لیا اس حال میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر بہت ترس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر جھک گئے، انہیں بوسہ دیا اور اس طرح باقی مسلمان بھی آپ پر جھک گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! میرے والدین آپ پر قربان ہوں، مجھے لوگوں کی طرف سے پہنچائی جانے والی کسی تکلیف کی پرواہ نہیں، مجھے صرف چہرے کی تکلیف محسوس ہو رہی ہے۔ میری والدہ کو اپنے اس بیٹے پر بہت رحم و ترس آتا ہے، امید ہے کہ اللہ

اسے جہنم سے بچا لے گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی اور انہیں اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

جب کفارِ قریش کی اذیتیں شدت اختیار کر گئیں اور کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت نہ کی بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور اپنے گھر بار اور اہل و عیال کو چھوڑ کر تین روز تک آپ کے ساتھ غارِ ثور میں رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ (1)

"دو میں سے ایک آپ تھے جبکہ وہ دونوں غار میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے، غم نہ کر کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

جب ہجرت کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت سو رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیدار کرتے ہوئے فرمایا:

((قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ)) (2)

"مجھے ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شدتِ فرحت سے روتے ہوئے دیکھا۔ پھر آپ دونوں تشریف لے گئے حتیٰ کہ غارِ ثور میں پہنچ گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز تک وہاں قیام فرمایا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر رضی اللہ عنہ پر مکمل اعتماد نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہجرت کے وقت انہیں ساتھ لے کر نہ جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی ذات کے لئے منتخب فرمایا۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ گئے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ﴾ "دو میں سے ایک" کے نام سے موسوم کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

((هَلْ قُلْتَ فِي أَبِي بَكْرٍ شَيْئًا؟))

"کیا تم نے ابوبکر کی شان میں کچھ کہا ہے؟"

---

(1) ۹/ التوبة: ۴۰۔ (2) ابن خزیمہ: ۴/ ۱۳۲۔

انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((قُلْ وَأَنَا أَسْمَعُ))

''کہو میں سنتا ہوں۔''

تو انہوں نے کہا:

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد
طاف العدو به إذ صعّد الجبلا

''وہ بلند غار میں دو میں سے دوسرے تھے، اور جب دشمن اس پہاڑ پر چڑھ گئے تو انہوں نے اس کا چکر لگایا۔''

وکان حِبّ رسول اللّٰہ قد علموا
من البریة لم یعدِلْ به رجلا

''وہ رسول اللہ ﷺ کے دوست اور محبّ تھے اور پوری کائنات میں کوئی بھی شخص ان کے ہم پلہ نہیں۔''

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ اس قدر مسکرائے کہ آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((صَدَقْتَ یَا حَسَّانُ هُوَ کَمَا قُلْتَ)) [1]

''حسان! تم نے سچ کہا، وہ ایسے ہی ہیں جیسے تم نے بیان کیا ہے۔''

نبی ﷺ ان کی تکریم کرتے، ان کی شان بیان کرتے، ان کے سامنے ان کی تعریف کرتے اور نماز میں انہیں امام مقرر فرمایا کرتے تھے۔ آپ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان، خیبر، فتح مکہ، حنین و طائف اور تبوک و حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنا وہ بڑا جھنڈا عطا کیا جس کا رنگ سیاہ تھا۔ غزوہ احد اور حنین کے موقع پر جب باقی لوگ پیچھے ہٹ گئے تو آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ آپ ان کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہوں نے مکمل قرآن مجید حفظ کیا تھا۔

[1] مستدرك حاکم، کتاب معرفة الصحابه، ابوبکر بن ابی قحافه۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں محو عبادت تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں پھندا ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گلا گھونٹ دیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ منظر دیکھا تو ان سے رہا نہ گیا وہ فوراً آگے بڑھے اور اس لعین کو ایک طرف دھکیلتے ہوئے کہا:

﴿ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُم بِالْبَيِّنَاتِ مِن رَّبِّكُمْ ﴾ ❶

"کیا تم اس عظیم شخص کو صرف اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس روشن دلائل لے کر آیا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا:

((لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا)) ❷

"اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو میں ابوبکر کو خلیل بناتا۔"

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سات ایسے افراد کو آزاد کیا جن کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سزائیں دی جاتی تھیں، ان کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت بلال، عامر بن فہیرہ، زِنیرہ، نہدیہ اور ان کی بیٹی، بنو مؤمل کی لونڈی اور حضرت ام عبیس رضی اللہ عنہم۔

جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدح بیان کی جاتی تو وہ فرماتے:

"اے اللہ! تو میرے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور میں اپنے بارے میں ان سے زیادہ جانتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے اس سے بہتر بنا دے جو یہ گمان کرتے ہیں اور جو یہ نہیں جانتے اس بارے میں مجھے معاف کر دے اور جو یہ کہہ رہے ہیں اس بارے میں میرا مؤاخذہ نہ کرنا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔

---

❶ ٤٠/ المؤمن:٢٨ ـ ❷ بخاری، فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب قول النبی "لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا" حديث:٣٦٥٦ـ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي بكر الصديق رضی اللہ عنہ، حديث٢٣٨٢ـ

اس وقت میرے پاس بہت مال تھا، میں نے کہا کہ اگر آج میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جانا چاہوں تو لے جا سکتا ہوں چنانچہ میں اپنا نصف مال لے کر حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟))

''تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟''

میں نے عرض کیا: اتنا ہی، اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا تمام اثاثہ لے کر حاضر ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَا اَبَابَكْرٍ، مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟))

''ابوبکر! تم اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: میں ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے اسی روز کہا: میں کسی معاملے میں کبھی بھی ان سے سبقت حاصل نہیں کر سکتا۔ ❶

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع احادیث

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۴۲ احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے چھ متفق علیہ ہیں جبکہ انفرادی طور پر گیارہ صحیح بخاری شریف میں اور ایک صحیح مسلم شریف میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں طویل عرصہ تک رہے۔ اس کے باوجود ان کی مرویات کی تعداد دیگر صحابہ کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ ان سے مروی روایات کی قلت کا سبب یہ ہے کہ احادیث کے سماع کی تابعین کو ضرورت تھی وہ انہیں حاصل کرنے اور یاد کرنے کیلئے سرگرداں تھے جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصال اس عہد کے آغاز سے پہلے ہی ہو گیا تھا۔

❶ مستدرك حاکم: ۱/ ۵۷٤۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت احادیث کی روشنی میں

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذات السلاسل نامی لشکر کا امیر بنا کر روانہ کیا تو میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کے عرض کیا: آپ سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا سے'' میں نے عرض کیا: مردوں میں سے؟ آپ نے فرمایا: ''ان کے والد سے'' میں نے عرض کیا: پھر کس سے؟ آپ نے فرمایا: ''پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے۔'' (1) پھر آپ نے کئی آدمیوں کے نام لئے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

''جس نے ازراہِ تکبر اپنے کپڑے کو گھسیٹا تو روزِ قیامت اللہ اس کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میرے کپڑے کی ایک جانب لٹک جاتی ہے۔ البتہ میں اس کا خیال رکھتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّكَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذٰلِكَ خُيَلَاءَ)) (2)

''تم ازراہ تکبر ایسا نہیں کرتے ہو۔''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ اَصْبَحَ مِنكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا؟))

''آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا ہے؟''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ تَبِعَ مِنكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً؟))

''آج تم میں سے کس نے جنازے میں شرکت کی ہے؟''

---

(1) بخاری، كتاب المناقب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو كنت متخذا خليلا، رقم:٣٦٦٢؛ مسلم: كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل ابی بكر الصديق، رقم:٢٣٨٤۔

(2) بخاری، ایضاً، رقم:٣٦٦٥۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَمَنْ اَطْعَمَ مِنكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِينًا؟))

''آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَمَنْ عَادَ مِنكُمُ الْيَوْمَ مَرِيضًا؟))

''آج تم میں سے کس نے مریض کی عیادت کی ہے؟''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا اجْتَمَعْنَ فِي امْرِئٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ)) ❶

''جس شخص میں یہ اوصاف پیدا ہو جائیں وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم حراء پر تھے کہ چٹان نے حرکت کی، تو نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((اِهْدَأ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيقٌ اَوْ شَهِيدٌ)) ❷

''ٹھہر جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور ایک شہید ہے۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِقْتَدُوا بِالَّذَيْنِ مِن بَعْدِى أَبِىْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ))❸

''میرے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرنا۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((أَنْتَ صَاحِبِىْ عَلَى الْحَوْضِ وَ صَاحِبِىْ فِي الْغَارِ)) ❹

''جیسا کہ تم غار میں میرے ساتھی تھے ویسے ہی حوض کوثر پر بھی میرے ساتھی ہوگے۔''

❶ مسلم، کتاب الزکاة، باب من جمع الصدقة و اعمال البر، رقم:۱۰۲۸۔

❷ مسلم، کتاب فضائل الصحابه، باب من فضائل طلحه و الزبير، رقم: ۲٤۱۷۔

❸ ترمذی، ابواب المناقب عن رسول الله، باب فی مناقب ابی بکر و عمر کلیهما۔ رقم: ۳۵۹۵۔

❹ ترمذی، ابواب المناقب عن رسول الله، باب فی مناقب ابی بکر و عمر کلیهما، رقم: ۳٦۰۳۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا نَفَعَنِيْ مَالُ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِيْ مَالُ أَبِيْ بَكْرٍ)) ❶

''کسی کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے مجھے فائدہ پہنچایا۔''

(یہ سن کر) ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اور میرا مال تو آپ ہی کے لئے ہیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دیگر فضائل:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مدینہ کے کسی کنارے پر رہائش پذیر ایک نابینی بڑھیا کی ضروریاتِ زندگی کا خیال رکھتے۔ اس کے لیے پانی اور دیگر امور کا بندوبست کرنے کے لئے رات کے وقت جاتے، لیکن جب وہ وہاں پہنچتے تو دیکھتے کہ کوئی شخص ان سے پہلے ہی ان کے ارادے کو مکمل کر دیتا ہے۔ انہوں نے کئی مرتبہ کوشش کی کہ وہ شخص ان پر سبقت نہ لے جائے لیکن وہ ہمیشہ سبقت لے جاتا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آدمی کی تاک میں بیٹھ گئے کہ میں دیکھوں کہ وہ شخص کون ہے جو اس بڑھیا کی خدمت کرنے آتا ہے، دیکھا تو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، جو کہ خلیفہ تھے انہیں دیکھ کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! وہ آپ ہیں۔ ❷

آپ اسلام میں پہلے خلیفہ ہیں، جب نو ہجری میں لوگوں نے حج کیا تو آپ کو پہلا امیر حج بنا کر روانہ کیا گیا۔ آپ نے سب سے پہلے قرآن مجید کو جمع کیا، آپ ہی نے سب سے پہلے قرآن مجید کو مصحف کا نام دیا، اور آپ اور عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں لوگوں کو فتوے دیا کرتے تھے۔

تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی، ان کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ ان کے چھ ماہ بعد فوت ہوئے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

❶ ترمذی، ابواب المناقب عن رسول الله، باب مناقب ابی بکر الصدیق، رقم: ۳۵۹۴۔

❷ تاریخ الخلفاء، ص ۸۰

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تخلیقی ہیئت

آپ کی رنگت سفید، چہرہ باریک، رخساروں پر زیادہ گوشت نہیں تھا، اپنے ازار پر قابو نہیں رکھ سکتے تھے، پیشانی کشادہ، انگلیوں کے جوڑ موٹے نہیں تھے، باریک لمبی ناک، آنکھیں گہری، پنڈلیاں دبلی اور رانیں سخت تھیں، آپ مہندی اور وسمہ ملا کر بالوں کو رنگ دیا کرتے تھے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ازواج واولاد

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں قتیلہ بنت سعد سے شادی کی، اس کے بطن سے عبداللہ اور اسماء رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے، جہاں تک عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ غزوۂ طائف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے، وہ اپنے والد کی خلافت تک زندہ رہے اور ان کی خلافت ہی میں انہوں نے وفات پائی۔ انہوں نے صرف سات دینار وراثت میں چھوڑے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی زیادہ سمجھا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اسماعیل پیدا ہوا اور وہ فوت ہو گیا۔ اس طرح انہوں نے پیچھے اپنا کوئی جانشین نہیں چھوڑا جہاں تک اسماء رضی اللہ عنہا کی بات ہے، تو انہیں ذات النطاقین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سفر ہجرت کے وقت ان کے لئے تیار کئے گئے توشہ دان کا منہ باندھنے کے لئے اپنی کمر پر باندھنے والے پٹکے کے دو حصے کر کے ان سے توشہ دان کا منہ باندھا تھا، اسی لئے انہیں ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عمر میں بڑی تھیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا مسلمان خواتین میں بڑی شجاع، صابرہ اور مستقل مزاج تھیں، انہوں نے عزت نفس اور خودداری کے حوالے سے اپنی اولاد کی خوب تربیت کی۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے مکہ میں ان سے شادی کی، ان کے بطن سے کچھ بچے پیدا ہوئے، پھر انہوں نے انہیں طلاق دے دی۔ پھر وہ اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہنے لگیں۔ ان کی زندگی ہی میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مکہ میں شہید کر دیا گیا، وہ آخری عمر میں نابینا ہو گئیں تھیں انہوں نے سو سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت ہی میں ام رومان رضی اللہ عنہا سے شادی کی ❶ ان کے بطن سے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں چھ ہجری میں وفات پا گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر میں اترے اور اس کے لئے مغفرت کی دعا کی، موصوفہ واقعۂ افک کے وقت زندہ تھیں۔ واضح رہے کہ واقعہ افک چھ ہجری ماہ شعبان میں رونما ہوا۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے، وہ غزوۂ بدر و احد میں کفار کی طرف سے لڑنے آئے تھے۔ اس نے جب مبارزت کے لئے پکارا تو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے مقابل کھڑے ہوئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((مَتِّعْنَا بِنَفْسِكَ)) ❷

''ہمیں اپنے ذریعے فائدہ پہنچاؤ۔''

یہ بہت بہادر تیر انداز تھے، انہوں نے صلح حدیبیہ کے دورانیہ میں اسلام قبول کیا اور بہترین مسلمان ثابت ہوئے۔ آپ جنگ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے، اور ان سے مل کر قتال کیا حالانکہ وہ ان کے اکابرین میں سے تھے۔ انہوں نے ہی یمامہ کے محکم ابن طفیل کو قتل کیا تھا جو کہ بنو حنیفہ کے مشہور کمانڈروں میں سے تھا، انہوں نے اس کے سینے میں ایک تیر مارا اور اسے قتل کر دیا، اس کی مزید تفصیل واقعہ یمامہ میں آئے گی۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سب سے بڑے تھے اور وہ ان سے خوش طبعی کیا کرتے تھے، وہ مکہ سے دس میل کی مسافت پر مقام حبش پر اچانک فوت ہو گئے اور پھر انہیں مکہ لا کر دفن کیا گیا، انہوں نے ۵۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ اسلام میں اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ❸ سے شادی کی، ان سے پہلے وہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، جب وہ شہید کر دیئے گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کر لی۔ ان کے بطن سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے، پھر جب

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۳۵۱؛ المنتظم: ٤/ ٥٦۔
❷ مستدرك حاكم: ۳/ ٥۳۹۔
❸ تاریخ طبری: ۲/ ۳۵۱؛ المنتظم: ٤/ ٥٦۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کر لی، ان سے حضرت یحییٰ پیدا ہوئے۔ محمد بن ابی بکر کی کنیت ابوالقاسم تھی، اور وہ قریش کے ماہر علم الانساب تھے، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انہیں مصر کا حکمران مقرر کیا تو اس کا مقابلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں سے ہوا، انہوں نے اس پر غلبہ پا کر اسے قتل کر دیا اس نے اپنے پیچھے اپنا نامور خلف الرشید قاسم چھوڑا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دورِ اسلام میں حبیبہ بنت خارجہ بن زید بن ابی زہیر خزرجی [1] سے بھی شادی کی، ان سے ایک بچی پیدا ہوئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا نام ام کلثوم رکھا، طلحہ بن عبید نے ان سے شادی کر لی، ان سے زکریا اور عائشہ پیدا ہوئے۔ پھر انہیں قتل کر دیا گیا تو عبدالرحمٰن بن عبید بن ابی ربیعہ مخزومی نے ان سے شادی کر لی۔

استاذ واشنجتون ایرفنج نے اپنی کتاب ''محمد وخلفاؤہ'' میں لکھا ہے:

ابوبکر عقلمند، صائب الرائے شخص تھے، بعض اوقات تو وہ اپنے حکومتی معاملات میں بہت احتیاط برتتے تھے، ان کی اغراض انتہائی پاکیزہ تھیں وہ اپنی ذات کے لئے کچھ بھی نہیں کرتے تھے، وہ خیر و بھلائی کے لئے کوشاں رہتے، ان کی یہ تگ ودو ذاتی مصلحت سے بالاتر ہوتی تھی وہ دنیاوی مفاد سے بالاتر ہو کر حکومت کرتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک مال ودولت کی کچھ اہمیت نہیں تھی، وہ فخر و غرور سے بے نیاز تھے، انہیں آسائش دنیا سے کوئی رغبت نہ تھی یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی خدمات کے صلہ میں ایک عام عربی شخص کی ضروریات سے کم لیتے تھے، ان کے پاس صرف ایک اونٹ اور ایک غلام تھا، ان کے پاس جو کچھ آتا اسے ہر جمعہ مساکین اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے، نیز اپنے خاص مال سے غربا کی مدد کیا کرتے تھے۔

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۳۵۱؛ المنتظم: ٤/ ٥٦۔

واقعہ سقیفہ اور بیعت حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ ہجری بروز پیر وفات پائی، انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے پہلے ہی خلافت کا مطالبہ کر دیا، جبکہ مہاجرین نے خلافت کے بارے میں ابھی سوچا بھی نہیں تھا، بلکہ کبار صحابہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تدفین میں مشغول و مصروف تھے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بننے کا ارادہ رکھتے تھے، ان کی کنیت ابو ثابت تھی، وہ بنو ساعدہ ☆ کے نمائندے اور خزرج کے محبوب راہنما تھے۔

انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہوئے اور وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بیماری ہی کی حالت میں لے کر آئے تاکہ ان کی بیعت کریں۔ انہوں نے ان سے خطاب کرنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے اپنے بیٹے یا چچا زاد بھائی سے کہا: میں بیماری کی وجہ سے اپنی بات اچھی طرح قوم کے گوش گزار نہیں کر سکتا، اس لئے تم میری ترجمانی کرو۔ جب وہ بات کرتے تو وہ آدمی ان کی بات غور سے سنتا، پھر بلند آواز سے حاضرین کو سناتا۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا خطاب

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد کہا:

''انصار کی جماعت! تمہیں دین میں سبقت اور اسلام میں وہ فضیلت حاصل ہے جو عرب کے کسی اور قبیلے کو حاصل نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس تک اپنی قوم میں رہے، آپ انہیں رحمان کی عبادت کرنے، طاغوت و اصنام کو چھوڑ دینے کی دعوت دیتے رہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے فقط چند افراد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہا اور وہ بھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ تو دفاع کرنے کی قدرت رکھتے تھے اور نہ ان کے دین کی نصرت کر سکتے تھے اور نہ وہ اپنے آپ سے ظلم روکنے کی صلاحیت رکھتے تھے، وہ سرعام مشق ستم بنتے تھے، حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو تکریم و تحریم، فوقیت و برتری

[1] البدایہ والنہایہ: ٤/ ٦٩٢؛ الریاض النضرۃ: ٢/ ١٩٩۔ ☆ اصل میں ''سعادہ'' ہے۔

اور نعمت کاملہ سے نوازنے کیلئے منتخب فرمایا تو تمہیں اپنے اوپر اور اپنے رسول پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ تم نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو پناہ دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کو غلبہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے جہاد کرنے کی سعادت عطا فرمائی، تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر اس قدر سختی کی کہ تمام عرب نے چار و ناچار اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور ملک کے طول و عرض سے لوگوں نے اطاعت اختیار کرتے ہوئے اپنے آپ کو اسلامی ریاست کے حوالے کر دیا حتی کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول کو تمہارے ذریعے زمین پر غلبہ عطا فرمایا اور تمام عرب تمہاری تلواروں کے ذریعے آپ کے سامنے سرنگوں ہو گئے۔ اب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا ہے۔ وہ دنیا سے اس حال میں گئے ہیں کہ وہ تم سے راضی تھے اور تمہاری وجہ سے انہیں آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل تھی، اس لیے دیگر قبائل کے مقابلے میں خلافت کے تم زیادہ حقدار ہو، لہٰذا خلافت تمہارا خاص حق ہے۔"

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے اس خطبے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا یہ خیال تھا مہاجرین اپنا تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں لہٰذا مذکورہ اسباب کی وجہ سے انصار خلافت کے زیادہ حق دار ہیں، حالانکہ مہاجرین تو اس مقصد کے لئے ابھی اکٹھے بھی نہ ہوئے تھے، بلکہ انہوں نے تو خلافت کے بارے میں ابھی سوچا بھی نہ تھا چہ جائیکہ وہ اپنا حق ثابت کرتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس خطبہ نے انصار کے استحسان کو ظاہر کیا خاص طور پر خزرج کے حق کو، چنانچہ انہوں نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ آپ نے صحیح رائے دی اور درست بات کہی، آپ نے جو کہا ہم اس سے انحراف نہیں کریں گے، ہم آپ کی سربراہی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ آپ ہم میں معتبر شخصیت ہیں اور صالح لوگوں کی آپ کو تائید و رضا حاصل ہے۔

مہاجرین نے طبعی طور پر اس کلام پر ناراضی کا اظہار کیا اور اعتراض کرتے ہوئے کہا: ہم مہاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے صحابہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست و مددگار ہیں۔ اس پر انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہونا چاہیے، اس سے کم مطالبے پر ہم قطعی طور پر راضی نہیں ہوں گے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ

نے کہا: یہ پہلی کمزوری ہے جس کا تم نے اظہار کیا ہے۔ اس خطبہ سے جو حالات پیدا ہوئے اس سے انصار اور مہاجرین کے مابین اختلافات پیدا ہوئے، ادھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب اس اجلاس کی اطلاع ملی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ باہر تشریف لائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس وقت مصروف ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر کہلا بھیجا کہ ایسا واقعہ رونما ہوا ہے جس کے لئے جانا بہت ضروری ہے، جب وہ تشریف لائے تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سقیفہ بنی ساعدہ میں رونما ہونے والے حالات سے آگاہ کیا۔ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر بڑی تیزی کے ساتھ سقیفہ کی طرف چلے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بات کرنا چاہی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ کہتے ہوئے خاموش کرا دیا کہ ذرا ٹھہرو میں پہلے ان سے بات کرلوں۔ پھر انہوں نے وہ تمام باتیں کہہ دیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنا چاہتے تھے۔ ❶

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حمد وثنا سے تقریر کا آغاز فرمایا، پھر کہا:

"اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مخلوق کی طرف رسول اور ان کی امت پر گواہ بنا کر مبعوث فرمایا تاکہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اسے یکتا تسلیم کریں، جبکہ وہ اس کے علاوہ مختلف معبودوں کی پوجا کیا کرتے تھے اور وہ اس زعم میں تھے کہ وہ (جھوٹے) معبود اس کے ہاں ان کی شفاعت کریں گے اور وہ انہیں فائدہ پہنچائیں گے۔ ان کے یہ معبود تراشے ہوئے پتھر اور چھیلی ہوئی لکڑی سے بنے ہوئے تھے، پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ ﴾ ❷

"اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نفع

---

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۲۴۱۔ ❷ ۱۰/ یونس: ۱۸۔

دے سکتی ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، کہہ دیجیے، کیا تم اللہ کو بتاتے ہو؟''

اور انہوں نے کہا:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ❶

''ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کے قریب تر کر دیں گے۔''

عربوں کے لئے اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑنا بڑا گراں تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قوم سے سب سے پہلے مہاجرین کو منتخب فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کی تصدیق کریں، آپ پر ایمان لائیں، آپ کے ساتھ ہمدردی کریں اور آپ ﷺ کی قوم کی طرف سے آپ کو پہنچنے والی ایذاؤں خاص کر ان کی تکذیب کے باوجود آپ ﷺ کے ساتھ رہیں۔ ان کے اس اقدام کی وجہ سے تمام لوگ ان کے مخالف تھے، انہوں نے ان پر سختی کی۔ جب لوگ ان سے نفرت کرتے تھے اور ان کے خلاف گٹھ جوڑ میں مصروف تھے تو وہ تعداد میں تھوڑے ہونے کے باوجود خوف زدہ نہیں ہوئے۔ انہیں یہ شرف حاصل ہے کہ زمین پر سب سے پہلے انہوں نے ایک اللہ کی عبادت کی، وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، وہ آپ ﷺ کے دوست و مددگار اور آپ ﷺ کے رشتہ دار ہیں۔ اس لئے وہ منصب خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ اس معاملہ میں کوئی ظالم شخص ہی ان سے تنازع کر سکتا ہے۔ انصار کی جماعت! تم ایسے لوگ ہو کہ دین میں تمہاری فضیلت اور مقام و مرتبہ کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تمہیں اسلام میں سبقت و عظمت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور اپنے رسول کی نصرت کے لئے تمہیں منتخب فرمایا اور انہیں مہاجر بنا کر تمہاری طرف بھیجا۔

---

❶ ۳۹/ الزمر:۳۔

اس وقت تم میں آپ ﷺ کی عزیز القدر ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کے جانثار صحابہ موجود ہیں، اولین مہاجرین کے بعد ہمارے ہاں تمہارا ہی مقام و مرتبہ ہے، پس ہم امرا اور تم وزرا ہو، ہم تمہارے مشورے اور تمہاری رضا کے بغیر کوئی کام نہیں کریں گے۔'' ❶

حضرت حُباب بن منذر رضی اللہ عنہ کا خطبہ

حضرت ابوعمر حباب بن منذر بن جموح انصاری خزرجی سلمی ہیں، انہیں صاحب الرائے کہا جاتا تھا، کھڑے ہوئے اور انہوں نے خطاب عام فرماتے ہوئے کہا:

''انصار کی جماعت! اپنے مؤقف پر قائم رہو، کیونکہ لوگ تمہارے سائبان تلے ہیں، کوئی بھی تمہاری مخالفت کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ دیگر لوگ تمہاری رائے کے تابع رہیں گے، تم اہل عزت و ثروت ہو، کثرت و طاقت اور تجربہ تمہارے پاس ہے، تم ایک جنگجو اور بہادر قوم ہو، لوگ تمہارے منتظر ہیں کہ تم کیا کرتے ہو؟ آپس میں اختلاف نہ کرنا ورنہ تمہاری رائے میں خلل واقع ہو جائے گا اور تمہارا معاملہ ختم ہو جائے گا۔ تم اس بات پر قائم رہنا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔'' ❷

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جوابی تقریر

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''یہ ناممکن ہے، دو تلواریں ایک نیام میں جمع نہیں ہو سکتیں، اللہ کی قسم! عرب یہ بات ہرگز پسند نہیں کریں گے کہ وہ تمہیں خلیفہ بنالیں، جبکہ ان کے نبی ﷺ تمہارے علاوہ کسی دوسرے قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں، ہاں البتہ عربوں کو اس قبیلے کی حکومت تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہ ہو گا جس میں

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۲۴۲؛ تاریخ یعقوبی: ۲/ ۱۲۵۔
❷ تاریخ طبری: ۲/ ۲۴۳۔

نبوت تھی اور اس قبیلے سے ان کے امیر ہونے چاہیے۔ اس صورت میں اگر کوئی عرب اس کی امارت تسلیم کرنے سے انکار کرے گا تو اس کے مقابلے میں ہمارے پاس واضح دلیل ہوگی۔ لہٰذا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت میں ہم سے کوئی تنازع نہیں کر سکتا کیونکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہیں اور ہم ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی وارث ہیں۔ ہم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمرانی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت و خلافت کو صرف وہی چھین سکتا ہے جو باطل پرست ہو یا گناہ کی طرف مائل ہو یا وہ ہلاکت میں پڑنے والا ہو۔" [1]

حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کی دھمکی

حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا:

"انصار کی جماعت! اس معاملے کو تم خود حل کرو، ان (عمر) کی اور ان کے ساتھیوں کی بات نہ سنو، ورنہ وہ تمہارا حق غصب کر لیں گے، اگر یہ لوگ تمہارا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیں تو پھر انہیں ان علاقوں سے جلا وطن کر دو، اور عنانِ حکومت خود سنبھال لو، کیونکہ اللہ کی قسم! اس معاملہ میں تم ان سے زیادہ حق دار ہو اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے جو شخص اسلام کی بالا دستی قبول نہیں کرتا تھا، اس نے تمہاری تلواروں کی وجہ سے اس دین کی بالا دستی قبول کی ہے، اس تمام کارروائی کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں کیونکہ مجھے اس کام کا پورا تجربہ ہے اور میں اس کا اہل بھی ہوں اگر تم چاہو تو میں ابھی کانٹ چھانٹ کر اس کا فیصلہ کر لیتا ہوں۔"

حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے تو جھگڑا کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا، انہوں نے اپنے خطبے میں انتہائی شدید الفاظ استعمال کیے، اور انصار کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اگر مہاجرین انہیں خلیفہ نہ بنائیں تو وہ ان مہاجرین کو مدینہ سے نکال دیں اس نے یہ سب کچھ دھمکی آمیز لہجہ میں کہا۔ اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غصے میں انہیں (حباب کو) کہا: اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں تباہ کر دے گا۔ اس نے جواب دیا: بلکہ اللہ تمہیں ہی ہلاک کرے۔

---

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۲۴۳۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''انصار کی جماعت! یقیناً تم پہلے لوگ ہو جنہوں نے (دین کی) نصرت کی اور تقویت پہنچائی، لہٰذا تم اس میں تغیر و تبدل کرنے میں پہل نہ کرو۔''

بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی فیصلہ کن تقریر

حضرت ابونعمان بشیر بن ثعلبہ بن سعد بن جلاس خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا:

''انصار کی جماعت! اللہ کی قسم! یقینی بات ہے کہ مشرکین سے جہاد کرنے اور اس دین میں سبقت حاصل کرنے میں ہمیں فضیلت حاصل ہے، یہ سب کچھ ہم نے اپنے رب کی رضا، اپنے نبی کی اطاعت اور اپنی بہتری کے لئے کیا ہے، لہٰذا ہمیں یہ لائق نہیں کہ ہم ان خدمات کی بدولت لوگوں پر دست درازی کریں۔ سن لو! حضرت محمد ﷺ قریش میں سے ہیں اور آپ ﷺ کی قوم اس خلافت کی زیادہ حقدار ہے، اللہ کی قسم! مجھے تو یہی سمجھ آتا ہے کہ میں اس معاملہ میں ان سے کچھ بھی تنازع نہ کروں، پس اللہ سے ڈرو اور ان سے اختلاف و تنازع نہ کرو۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تجویز

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی فراست سے کام لیتے ہوئے اس جھگڑے کی بیخ کنی کرنے کے لئے فرمایا: یہ عمر رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ موجود ہیں ان میں سے جسے چاہو امیر منتخب کر لو۔

ان دونوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! آپ کے ہوتے ہوئے ہم یہ ذمہ داری قبول نہیں کر سکتے، کیونکہ آپ تمام مہاجرین میں سے افضل ہو، غار ثور میں رحمت عالم ﷺ کے رفیق رہے ہو، نماز کی امامت کے لئے رسول رحمت ﷺ کی جانشینی فرما چکے ہو اور نماز ہی ہمارے دین کا سب سے بڑا رکن ہے لہٰذا یہ حق کسے پہنچتا ہے کہ وہ آپ سے آگے بڑھ کر خلافت کے منصب پر فائز ہو جائے، آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں۔

جب وہ دونوں آپ کی بیعت کرنے لگے تو حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ ان دونوں سے پہلے ان کی طرف بڑھے اور ان کی بیعت کر لی، اس طرح انہوں نے سب سے پہلے ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

جب اوس نے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کو، قریش اور خزرج کے مطالبات کو دیکھا تو آپس میں سرگوشی کرنے لگے، اسی دوران ان میں سے اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ (جو کہ بعاث کے مقام پر اوس وخزرج کے درمیان ہونے والی لڑائی میں اوس قبیلے کے سردار تھے، بہت اچھی آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے، وہ ان میں سے بڑے دانا اور انصار کے نمائندگان میں سے تھے) کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر خزرجی ایک مرتبہ تمہارے خلیفہ بن گئے تو پھر انہیں تم پر فضیلت ہمیشہ رہے گی۔ وہ اس میں تمہیں اپنے ساتھ کبھی شریک نہیں کریں گے۔ لہٰذا اٹھو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرو، اس طرح وہ بھی ان کی طرف بڑھے اور انہوں نے بھی بیعت کرلی۔ اس سے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور خزرج کی ساری منصوبہ بندی ناکام ہوگئی۔ [1]

انصار کی وہ رائے جو انہوں نے کہا تھا: ''ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہو'' مقبولیت حاصل نہ کرسکی حتیٰ کہ سعد رضی اللہ عنہ نے خود اسے قبول نہ کیا، کیونکہ جب انہوں نے اس بارے میں سنا تو انہوں نے کہا: یہ پہلی کمزوری ہے۔ کیونکہ قوت کا تقسیم کردینا ان کے لئے کمزوری کا باعث ہوگا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ کہہ کر اسے مسترد کر دیا کہ یہ ناممکن ہے، دو تلواریں ایک نیام میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ان کے مقام ومرتبے کے اعتراف میں ان کی بیعت کرنے میں جلدی کی۔ پھر ہر طرف سے لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کے لئے آنے لگے، حتیٰ کہ راستے تنگ پڑ گئے اسلم قبیلے کے تمام لوگوں نے بیعت کرلی، جب وہ بیعت کر رہے تھے تو عمر رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے: جب میں نے اسلم قبیلے کو دیکھا تو مجھے نصرت کا یقین ہوگیا اور ازدحام اتنا زیادہ تھا کہ قریب تھا لوگ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو روند ڈالیں جو اس روز مریض تھے اور وہ اٹھ نہیں سکتے تھے۔ ان کے اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان سخت کلامی بھی ہوئی۔ اس کے بعد لوگوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر ان کے گھر پہنچا دیا اور کچھ روز تک انہیں اسی حالت میں رہنے دیا گیا، پھر ان کی طرف پیغام بھیجا گیا کہ وہ آئیں اور بیعت کریں، کیونکہ باقی تمام لوگ اور ان کی قوم بھی

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۲۴۳۔

بیعت کر چکی تھی، انہوں نے کہا:

''سن لو، اللہ کی قسم! جب تک میرے ترکش میں آخری تیر ہے، میرے پاس نیزہ ہے اور جب تک میرے ہاتھوں میں تلوار تھامنے کی سکت ہے، میں اپنے گھر والوں اور اپنی قوم میں سے اپنے پیروکاروں کی معیت میں تم سے لڑتا رہوں گا، لیکن بیعت والا معاملہ نہیں کروں گا۔ اللہ کی قسم! اگر انسانوں کے ساتھ ساتھ تمام جن بھی تمہارے ساتھ مل جائیں تو میں تمہاری بیعت نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں اپنے رب کے حضور پیش ہو جاؤں اور اپنا حساب جان لوں۔'' ❶

یہ وہ جواب ہے جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو دیا جنہوں نے انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کی دعوت دی تھی لیکن جب انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ بیعت مکمل ہو چکی ہے، ان کا بیعت سے انکار کرنا انہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا تھا نیز اس معاملے میں اب ان کا کوئی ہمنوا بھی نہیں ہے اور ان کے پاس حصول اقتدار کا کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں، انہوں نے خلافت کا طمع اس لئے کیا تھا کہ ان کے خیال کے مطابق ان کی قوم آخری دم تک ان کا ساتھ دے گی۔ انہوں نے اسی لیے دھمکی آمیز لہجہ بھی اختیار کیا لیکن کسی نے بھی ان کی پرواہ نہ کی اور انہیں ان کی حالت پر رہنے دیا۔

جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سعد رضی اللہ عنہ کے جواب کا پتہ چلا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان سے ضرور بیعت لو، لیکن بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: اس نے چونکہ ضد اور انکار کر دیا ہے اس لیے وہ قتل تو ہو سکتا ہے لیکن تمہاری بیعت نہیں کرے گا، اس کے ساتھ ساتھ اس کی اولاد، اس کے گھر والے اور اس کے کنبے کے افراد بھی قتل ہو جائیں گے، اسے چھوڑ دو۔ اس کا چھوڑ دینا تمہارے لئے نقصان دہ نہیں، وہ فرد واحد ہے۔ پس انہوں نے حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔

---

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۲٤٤۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیعت سے پیچھے رہنا

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ، بنو ہاشم اور زبیر رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی۔ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تب انہوں نے ان کی بیعت کی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث جو اللہ نے انہیں مدینہ اور فدک میں مال غنیمت عطا کیا تھا اور جو خیبر کے خمس سے بچا تھا طلب کرنے کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس میں کوئی بھی چیز دینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ)) ❶

''ہم وارث نہیں بنائے جاتے، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وجہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں اور انہوں نے مرتے دم تک اس معاملے کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بات نہیں کی۔ ❷

حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قرابت کی وجہ سے خود کو خلافت کا زیادہ حق دار سمجھتے تھے، اس لئے انہوں نے بیعت کرنے میں تاخیر کی اور وہ بیعت کرنے سے پیچھے رہے، حالانکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لانے سے قاصر تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ))

''ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ابوبکر نرم دل آدمی ہیں، جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو وہ رونے کی وجہ سے لوگوں تک آواز نہیں پہنچا سکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ بخاری، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، رقم:۳۰۹۴۔ ❷ تاریخ طبری، ۲/ ۲۳۶؛ بخاری، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، رقم:۳۰۹۴۔

((مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ))

"ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر وہی بات کہی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّکُنَّ صَوَاحِبَاتُ یُوْسُفَ، مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ)) ❶

"تم تو یوسف علیہ السلام کی ساتھ والی عورتوں جیسی ہو، ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کے لئے امام بنانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ ہوں گے۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تلوار کو نیام میں نہیں رکھوں گا حتیٰ کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی جائے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی تلوار کو پکڑ واور اسے پتھر پر مارو، پھر عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور انہیں بیعت کے لئے امادہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے متعلق سنا تو وہ جلدی میں صرف قمیص ہی میں تشریف لے آئے، اس وقت ان پر نہ چادر تھی اور نہ کوئی اور کپڑا تھا اس حالت میں ان کی بیعت کر لی، پھر انہوں نے اپنا ازار اور چادر منگائی اور انہیں زیب تن فرمایا۔

امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: "صحیح بات یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ بعد بیعت کی۔" ❷

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے سے حضرت عتبہ بن ابی لہب، خالد بن سعید، مقداد بن عمرو، سلمان فارسی، ابوذر، عمار بن یاسر، براء بن عازب اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم بھی پیچھے رہے۔ یہ تمام حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو کہ بنوامیہ قبیلے سے تھے یہ بھی بیعت کرنے سے پیچھے رہے۔ ❸

---

❶ بخاری، کتاب الأذان، باب حد المريض ان يشهد الجماعة، رقم:٦٦٤۔

❷ تاریخ یعقوبی ٢/ ١٢٦، سیر اعلام النبلاء ١٤/ ١٥۔ ❸ الطبقات الكبرى ٢/ ٣٢٥۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل شخص

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل شخصیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ شیعہ اور بہت سے معتزلہ کا خیال ہے کہ سب سے افضل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت کو جائز قرار دیا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت جہاد میں زیادہ حصہ لیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ ❶

''اور جہاد کرنے والوں کو اللہ نے بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑا اجر دیا ہے۔''

اہل السنہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جہاد کی دو قسمیں ہیں: دین کی طرف دعوت دے کر جہاد کرنا اور تلوار کے ذریعے جہاد کرنا۔ اور یہ واضح ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے ابتدائی دور میں لوگوں کو اسلام کی دعوت کے ذریعے جہاد کیا، ان کی دعوت سے عثمان، طلحہ، زبیر، سعد، سعید اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تلوار کے ذریعے اس وقت جہاد کیا جب اسلام قوت حاصل کر چکا تھا۔ لہٰذا پہلا قول (دعوت کے ذریعے جہاد) راجح ہے اور جو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے دلیل لیتے ہیں:

((مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰى اَحَدٍ بَعْدَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ اَفْضَلَ مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ)) ❷

''روئے زمین پر انبیا و رسل علیہم السلام کے بعد ابوبکر سے افضل کوئی شخص نہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدھ کی رات دفن کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قمیص میں ہی غسل دیا گیا۔ حضرت عباس

---

❶ ٤/ النسآء:٩٥۔ ❷ مستدرك حاكم:٣/ ٩٦۔

نوٹ: مستدرک حاکم میں یہ روایت موجود نہیں ہے البتہ الجامع الکبیر کے مخطوطہ کی جلد دوم کے صفحہ ٦٣٧ پر موجود ہے (ثناء اللہ ضیاء)

اوران کے دو بیٹوں حضرت فضل اور حضرت قثم، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا، اس موقع پر حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، موصوف حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے قبا میں واقعہ غرس نامی کنویں سے تشریف لائے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اوران کے بیٹے آپ کا پہلو بدلتے، حضرت اسامہ اور شقران رضی اللہ عنہما آپ پر پانی ڈالتے تھے جبکہ حضرت علی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص آپ کے جسد اطہر پر تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے: میرے والدین آپ پر قربان ہوں، آپ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں سب سے اچھے اور طیب ہیں۔ (1) آپ کو تین سفید سوتی یمنی چادروں میں کفن دیا گیا، آپ کے کفن میں نہ قمیص تھی، نہ عمامہ اور نہ کوئی کاج تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل اور کفن دینے کے بعد چارپائی پر رکھا گیا، مسلمان گروہ در گروہ وہاں داخل ہوتے، وہاں کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعائے خیر کرتے، پھر وہ باہر آجاتے پھر دوسرے لوگ اندر چلے جاتے، اس دعائے خیر میں کسی نے امامت نہیں کی حتیٰ کہ جب تمام مرد فارغ ہو گئے تو پھر خواتین داخل ہوئیں اور پھر بچے داخل ہوئے۔

سب سے پہلے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے، انہوں نے کہا: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ۔" اوران کے ساتھ مہاجرین وانصار کے بھی کچھ افراد تھے۔ انہوں نے بھی ویسے ہی سلام بھیجا جیسے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھیجا تھا، انہوں نے صفیں باندھیں، لیکن ان میں سے کسی نے ان کی امامت نہیں کرائی، حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پہلی صف میں تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر کہا:

''اے اللہ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شریعت نازل کی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہنچا دیا، آپ نے اپنی امت کی خیرخواہی کی، آپ نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ اللہ نے اپنے دین کو غلبہ عطا کیا، اس کے کلمات مکمل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ایک ذات پر ایمان لائے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اے ہمارے معبود! ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرما جو آپ پر نازل ہونے والی شریعت پر ایمان لائے، ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ ملا دے تاکہ

(1) تاریخ طبری: ۱/ ۵۴۹؛ المنتظم: ۴/ ۴۵۔

ہم انہیں پہچان سکیں اور وہ ہمیں پہچان سکیں، آپ مومنوں کے ساتھ مشفق و مہربان تھے۔ ہم ایمان کا نہ تو کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ اس کے عوض کوئی قیمت چاہتے ہیں۔'' ❶

لوگ آمین آمین کہہ رہے تھے، پھر وہ نکل آئے اور دوسرے لوگ اندر چلے گئے۔

جب تمام لوگوں فارغ ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب آپ ﷺ کی زیارت آپ ﷺ کے گھر والوں کو کرنے دو۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے گھر والے آپ کے پاس رہے۔ جب آپ کی تدفین کی جگہ کے بارے میں اختلاف ہوا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرما رہے تھے:

((مَا مَاتَ نَبِيٌّ قَطُّ إِلَّا يُدْفَنُ حَيْثُ تُقْبَضُ رُوحُهُ)) ❷

''نبی کی جس جگہ روح قبض کی جاتی ہے، اسے اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے بھی آپ سے ایسے ہی سنا تھا۔

آپ ﷺ کے بستر کو اٹھایا گیا اور آپ ﷺ کو دفن کر دیا گیا۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے قبر کھودنے کا ارادہ کیا، مدینہ میں دو آدمی تھے، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جو کہ مکہ والوں کے لئے قبر کھودتے تھے، اور حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ اہل مدینہ کے لئے لحد بناتے تھے، پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے لحد تیار کی، آپ ﷺ کی قبر میں سرخ چادر آپ ﷺ کے نیچے بچھا دی گئی۔ یہ وہی چادر تھی جسے آپ پہنا کرتے تھے۔ زمین گیلی تھی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی قبر پر پانی چھڑکا۔ انہوں نے آپ کے سر کی طرف سے شروع کیا آپ کی قبر پر سرخ اور سفید کنکریاں ڈال دی گئیں، آپ کی قبر زمین سے ایک بالشت بلند کی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹوں فضل اور قثم، شقران اور اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو قبر میں اتارا۔ ❸

بیعت کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عام بیعت مکمل ہو جانے کے بعد وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے

❶ البدایہ والنهایہ: ٥/ ٢٦٥؛ الطبقات الکبریٰ: ٢/ ٢٩٠۔ ❷ ابن ابی شیبہ: ٧/ ٢٢٨۔

❸ تاریخ طبری: ٢/ ٢٣٣؛ الریاض النضرۃ: ٢/ ٤٢؛ تاریخ الخلفا: ص ٧٠۔

اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

''لوگو! مجھے تمہارا حکمران بنایا گیا ہے، میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا، اگر میں غلطی کروں تو مجھے درست کر دینا۔ سچائی امانت ہے، جھوٹ خیانت ہے، تم میں سے جو ضعیف ہے وہ میرے ہاں قوی ہے حتیٰ کہ اس کا حق اسے دلا دوں، اور تم میں سے جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے حتیٰ کہ میں اس سے حق لے لوں، ان شاء اللہ تعالیٰ. تم میں سے کوئی بھی جہاد ترک نہ کرے کیونکہ جو قوم اسے ترک کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر ذلت ومسکنت مسلط کر دیتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرنا اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو پھر تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔ اللہ تم پر رحم فرمائے، نماز کے لئے تیار ہو جاؤ۔'' ❶

دیکھئے! کس قدر جامع کلمات ہیں جنہوں نے صراحت اور عدل کا احاطہ کیا ہوا ہے، نیز ان کلمات سے ان کی انکساری، شرف وفضل، نصرف دین کے لیے جہاد کی رغبت اور مسلمانوں کی عزمت کو بلند کرنے کے جذبے کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا اور انہیں غزوہ مؤتہ کے شہدا کا بدلہ لینے کے لئے شام کی سرحد کی طرف روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں پر مشتمل لشکر تشکیل دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں بطور سپاہی شریک تھے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے جب جرف کے مقام پر پڑاؤ ڈالا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آرام محسوس کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے اور فرمایا:

((اَيُّهَا النَّاسُ اُنْفُذُوْا جَيْشَ اُسَامَةَ))

❶ تاریخ طبری:۲/ ۲۳۳؛ الریاض النضرۃ: ۲/ ٤٢؛ تاریخ الخلفا: ص ۷۰۔

''لوگو! لشکر اسامہ کو جانے دو۔''

آپ ﷺ نے تین مرتبہ کہا، پھر فرمایا:

((إِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ إِمَارَةِ أَبِيْهِ مِنْ قَبْلِهِ وَ أَيْمُ اللّٰهِ إِنَّهُ كَانَ خَلِيْقًا لِلْإِمَارَةِ وَ أَيْمُ اللّٰهِ وَ إِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ)) ❶

''اگر تم اس کی امارت پر طعن کرتے ہو تو تم نے اس سے پہلے اس کے والد کی امارت پر بھی اعتراض کیا تھا۔ اللہ کی قسم! وہ امارت کے لئے نہایت موزوں تھے۔ اللہ کی قسم! یہ (اسامہ) اس (زید) کے بعد مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔''

آپ ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا کہ لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر اعتراض کیا تھا، کیونکہ وہ ابھی بیس برس سے بھی کم عمر تھے۔ لشکر کی روانگی سے قبل ہی رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے، اس کے ساتھ ہی عرب میں سے بہت سے لوگ مرتد ہو گئے، نفاق ظاہر ہو گیا، یہود و نصاریٰ کی گردنیں بلند ہونے لگیں اور مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ انہیں پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ اپنے نبی ﷺ کی وفات کے بعد کیا کریں؟ وہ تعداد میں کم تھے، جبکہ ان کے دشمن کثرت میں تھے۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: لشکر اسامہ مسلمانوں کی فوج ہے، عرب آپ سے بے وفائی کر رہے ہیں، لہٰذا مناسب نہیں کہ آپ مسلمانوں کی جماعت کو اسلامی مرکز سے دور کریں۔

ان حالات میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا کرتے؟ لوگ ایک طرف تو اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر ان کی صغرسنی کی وجہ سے اعتراض کرتے تھے اور دوسری طرف عربوں کے ارتداد کی وجہ سے مسلمانوں کی فوج کو شام کی طرف بھیجنے پر بھی معترض تھے، وہ سمجھتے تھے کہ مسلمان قلت میں ہیں اور اپنے مرکز مدینہ کے بارے میں بھی انہیں خوف و اندیشہ تھا، جبکہ رسول اللہ ﷺ لشکر اسامہ کو بھیجنے کے بارے میں سختی سے فرما چکے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے آپ سے

---

❶ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ زید بن حارثہ، رقم، ٤٢٥٠۔

عہد کر چکے تھے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت نہیں کریں گے، کیا اس موقع پر وہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے؟ ہرگز نہیں، کیونکہ یہ ان کی طبیعت اور مزاج کے خلاف تھا۔ ان کی فطرت و جبلت کا یہ تقاضا تھا کہ وہ آخری لمحے تک غیر متزلزل رہیں۔ وہ اپنی ایمانی قوت کی وجہ سے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے احکامات کو نافذ کرنے کا جذبہ رکھتے تھے، انہوں نے اسی لئے معترضین کو نہایت قوت کے ساتھ جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں ابوبکر کی جان ہے، اگر مجھے یقین ہو کہ درندے مجھ پر جھپٹ پڑیں گے تو میں پھر بھی اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو ضرور روانہ کروں گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں حکم فرمایا ہے، اگر تمام بستیوں میں میرے سوا کوئی باقی نہ رہے تب بھی میں اسے ضرور روانہ کروں گا۔'' [1]

جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے واپس آنے یا پھر انصار کے مطالبے پر کسی جہاندیدہ شخص کو امیر بنانے کی اجازت طلب کرنے کے لئے بھیجا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اگر کتے اور بھیڑیئے مجھ پر جھپٹ پڑیں تب بھی میں رسول اللہ ﷺ کے کیے ہوئے فیصلے کو نہیں بدلوں گا۔'' [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: انصار نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ تک ان کا پیغام پہنچادوں کہ وہ آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان کا امیر کسی ایسے شخص کو مقرر کر دیں جو عمر میں اسامہ رضی اللہ عنہ سے بڑا ہو۔

یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ غصے سے اچھل پڑے اور عمر رضی اللہ عنہ کو داڑھی سے پکڑ کر کہا:

''ابن خطاب! تیری ماں تجھے گم پائے، رسول اللہ ﷺ نے اسے امیر مقرر کیا ہے اور تم مجھے کہتے ہو کہ میں اسے معزول کر دوں؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر اور اطاعت رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے ان کے جذبات دیکھ کر لشکر اسامہ کی طرف واپس آئے۔ انصار نے پوچھا کیا کر

---

[1] تاریخ طبری: ۲ / ۲۴۵؛ البدایہ والنہایہ: ۶/ ۳۰۴۔

[2] تاریخ طبری: ۲/ ۲۴۶۔

آئے ہو؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری مائیں تمہیں گم پائیں، مجھے تمہاری وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ سے بڑی خفت اٹھانا پڑی ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس قوت سے جواب دیا ہے کہ اس نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ جواب یاد دلا دیا جو آپ نے اپنے چچا ابوطالب کو دیا تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ انہیں تنہا چھوڑ دیں گے اور وہ ان کی نصرت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَا عَمَّاهُ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِيْنِي وَالْقَمَرَ فِي شِمَالِيْ عَلٰى اَنْ أَتْرُكَ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ أَوْ أَهْلِكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُهُ)) [1]

''چچا جان! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں اور مجھے کہیں کہ میں اس مشن کو چھوڑ دوں، تو بھی میں اسے نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے غالب کر دے یا میں اسی جستجو میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دوں۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور لشکر کے پاس پہنچے۔ انہیں روانہ کیا، ان کا حوصلہ بلند کیا، آپ چل رہے تھے جبکہ اسامہ رضی اللہ عنہ سواری پر تھے اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سواری کو چلا رہے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا خلیفۃ رسول اللہ! اللہ کی قسم! آپ سوار ہو جائیں یا پھر میں بھی سواری سے اتر جاتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! نہ آپ نیچے اتریں گے اور نہ میں سوار ہوں گا، میں چاہتا ہوں کہ میرے پاؤں بھی اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوں، کیونکہ مجاہد کے ہر قدم کے بدلہ میں سات سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، اس کے سات سو درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے سات سو گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور آخر پر فرمایا: اگر آپ عمر رضی اللہ عنہ کو میرے پاس چھوڑ دیں تو بہتر ہوگا۔ یعنی وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ (لشکر کے قائد) سے اجازت طلب کر رہے ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو کہ لشکر میں تھے، میرا ساتھ دینے کی اجازت دے دیں، سو اسامہ نے انہیں اجازت دے دی۔ یہ لشکر، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے ایک دن بعد یعنی چودہ ربیع الاول بروز بدھ روانہ ہوا۔

[1] الکامل: ۱/ ۵۸۷؛ المنتظم: ۲/ ۳۶۸۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لشکر کو وصیت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

''لوگو! ٹھہرو، میں تمہیں دس چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ انہیں اچھی طرح یاد کرلو۔

نہ بددیانتی کرنا، نہ مال غنیمت میں خیانت کرنا، نہ بدعہدی کرنا، نہ مثلہ کرنا، چھوٹے بچے، بوڑھے اشخاص اور خواتین کو قتل نہ کرنا، کھجور کے درخت نہ کاٹنا اور نہ انہیں جلانا، پھل دار درخت نہ کاٹنا، بغیر ضرورت کے بکری، گائے اور اونٹ ذبح نہ کرنا، تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جو ترک دنیا کے بعد خانقاہوں میں بیٹھے ہوں گے ان سے کوئی تعارض نہ کرنا۔ تم ایسے لوگوں سے بھی ملاقات کرو گے جو تمہیں مختلف اقسام کے کھانے پیش کریں گے، اگر تم ان میں سے کچھ کھانا چاہو تو اس پر اللہ کا نام لے کر کھا لینا، تم ایسے لوگوں سے بھی ملو گے جن کے سر کی چندیاں صاف ہوں گی اور اس کے گرد بالوں کی پٹیاں رکھی ہوں گی، تم ایسے لوگوں کی خبر تلوار سے لینا۔ اللہ کے نام سے دفاع کرو۔'' ❶

آخر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا: تم اپنی اس مہم میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کی مکمل تعمیل کرنا ❷ قضاعہ کے علاقوں سے ابتدا کرو، پھر آبل آنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت میں افراط وتفریط کا شکار نہ ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے آپ کو جو تاخیر ہوگئی ہے اس کی وجہ سے جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرنا۔ اس کے بعد اسامہ روانہ ہوئے اور قضاعہ کے جو قبائل مرتد ہوگئے تھے ان پر دھاوا بول دیا، کامیابی سے ہمکنار ہوئے، مال غنیمت حاصل کیا اور واپس آ گئے، ان کی یہ ساری مہم چالیس روز پر مشتمل تھی، اس کارروائی میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو کوئی جانی نقصان نہیں اٹھانا پڑا۔

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۲٤٦۔ ❷ تاریخ الیعقوبی: ۲/ ۱۲۷؛ طبری: ۲/ ۲٤٦۔

لشکر اسامہ کی روانگی کے فوائد

لشکر اسامہ کی روانگی مسلمانوں کے مفاد میں بہت اہم ثابت ہوئی، عرب کہنے لگے اگر مسلمانوں میں قوت نہ ہوتی تو وہ اس لشکر کو روانہ نہ کرتے۔ اس طرح انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جو منصوبہ بندی کر رکھی تھی اس سے وہ باز آ گئے۔

تاریخی ذخیرے سے یہ واضح نہیں ہو سکا کہ لشکر اسامہ کی تعداد کتنی تھی، اور دشمن کی تعداد کتنی تھی، ان کا نقصان کیا ہوا اور نہ ہی اس بات کا پتہ چل سکا ہے کہ مسلمانوں کو مال غنیمت میں کیا کچھ حاصل ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کے دور میں یمن پر باذان کی امارت

باذان ایرانی تھا، ایران کے بادشاہ پرویز نے اسے اپنا نائب بنا کر یمن پر مامور کیا تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت تک وہیں رہا، اور یہ شخص یمن کا آخری عجمی حکمران تھا جو ایرانی بادشاہ کی طرف سے یمن پر مامور تھا۔

جب نبی ﷺ نے کسریٰ کی طرف خط لکھا تو کسریٰ نے خط چاک کر دیا اور باذان کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اس شخص کی طرف جو کہ حجاز میں ہے، دو آدمی بھیجے اور انہیں پیغام دے کہ وہ (نبی ﷺ) ان کے ساتھ چل کر کسریٰ کے دربار میں پہنچ جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو فرمایا:

((إِرْجِعَا وَ قُوْلَا لِبَاذَانَ أَسْلِمْ فَإِنْ أَسْلَمَ أُؤَمِّرْهُ عَلٰى مَاتَحْتَ يَدِهِ وَ أَمْلِكْهُ عَلٰى قَوْمِهِ)) [1]

”تم دونوں لوٹ جاؤ اور باذان سے کہنا کہ مسلمان ہو جاؤ، اگر وہ مسلمان ہو جائے تو جو کچھ اس کے زیر اقتدار ہے، وہ اسی کے پاس رہنے دیا جائے میں اسے اپنی طرف سے وہاں کا حکمران نامزد کر دوں گا۔“

وہ دونوں باذان کے پاس اس وقت پہنچے جب کسریٰ فوت ہو چکا تھا۔ باذان نے کہا: میں اس شخص کو نبی سمجھتا ہوں، ہم دیکھتے ہیں اگر ان کا قول حق ثابت ہوا تو پھر واقعتاً

[1] البدایہ والنہایہ: ٤/ ٢٦٩۔

آپ سچے نبی ہیں، اور اگر وہ ایسے نہیں ہیں تو پھر ہم ان کے متعلق اپنی رائے کا انتظار کرتے ہیں۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ شیرویہ بن کسریٰ کی طرف سے کسریٰ کے قتل ہو جانے کی بابت خط موصول ہوا، اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ وہ یمن میں اس (شیرویہ) کی اطاعت قبول کر لے۔☆

چنانچہ باذان نے اپنے عجمی ساتھیوں سمیت ۱۰ ہجری میں اسلام قبول کر لیا اور نبی ﷺ کو اس کی اطلاع بھیج دی۔ نبی ﷺ نے اسے یمن کا حکمران مقرر فرما دیا اور اس کے تمام مخالفین پر اسے امیر مقرر کر دیا چنانچہ وہ مرتے دم تک وہاں کا حکمران رہا۔

جب باذان فوت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے وہاں کے حالات کے پیش نظر یمن پر درج ذیل امیر مقرر فرمائے۔

① عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نجران پر۔ ② خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو نجران اور زبید کے درمیانی علاقے پر۔ ③ عامر بن شہر ہمدانی رضی اللہ عنہ ہمدان پر۔ ④ شہر بن باذان رضی اللہ عنہ کو صنعاء پر ⑤ طاہر بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کو عک اور اشعریین پر۔ ⑥ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مآرب پر ⑦ یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کو جند پر۔ ⑧ زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ کو حضرموت کے عمال پر۔ ⑨ عکاشہ بن ثور رضی اللہ عنہ کو سکاسک اور سکون پر۔ ⑩ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن اور حضرموت کے حکمرانوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے تبادلوں کے اختیارات حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیئے گئے۔ ❶

بلادِ عرب میں مدعیانِ نبوت کا ظہور

مکہ اور مدینہ سے دور دراز علاقوں مثلاً یمامہ اور یمن میں بسنے والے بعض مکار عربوں نے اپنی حکمرانی قائم کرنے اور قریبی قبائل کو زیر کرنے کیلئے خود ساختہ نبی بن گئے۔ ان میں سے بعض نے تو قرآن کریم کی نقل اتارنے کی کوشش کی اور عرب کے سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دیا، انہوں نے بہت ہی نامعقول اور مضحکہ خیز کلام پیش کیا جس کا کوئی معنی و

☆ اس عبارت میں کسریٰ کی موت کے بارے میں تضاد پایا جاتا ہے۔ (واللہ اعلم) ثناء اللہ ضیاء

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۱۳٤؛ البدایه والنهایه: ٤/ ۲۷۰؛ المنتظم: ۳/ ۲۸۳۔

مفہوم نہیں تھا، کسی نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے بڑے عجوبے پیش کیے، یہ صرف شعبدہ بازی، کہانت اور صریح جادو تھا، اس سے انہیں سوائے بدنامی کے کچھ حاصل نہ ہوسکا بلکہ اس کی وجہ سے ان کا کذب ونفاق ظاہر ہوگیا، کسی نے محرمات کو حلال قرار دے کر فواحش کا ارتکاب کیا ان کا انجام بھی رسوائی وناکامی پر منتج ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دور اندیشی اور مرتدین سے ان کی لڑائی کی وجہ سے یہ تمام قبائل اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ اس کا مفصل تذکرہ بعد میں آئے گا۔ اب ہم اپنی گفتگو کا آغاز نبوت کے جھوٹے دعویدار اسود عنسی کے حالات سے کرتے ہیں۔

نبوت کا جھوٹا دعویدار اسود عنسی

اسود عنسی کا لقب ذوخمار تھا۔ اس لقب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ چادر اوڑھے رہتا تھا، اس کا اصل نام عیہلہ بن کعب بن عوف عنسی تھا۔ عنس، مذحج کی ایک وادی ہے۔ وہ ایک کاہن شعبدہ باز تھا، اپنی قوم کو بہت عجوبے دکھاتا اور اپنی منطق کی حلاوت سے انہیں اپنی طرف کھینچ لیتا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور مذحج کے لوگ اس کے ساتھ ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یہ اسلام میں پہلا ارتداد تھا، اس نے اپنا نام رحمان الیمن رکھا ہوا تھا یعنی وہ رحمان کے نام سے کلام کرتا تھا، جیسا کہ مسیلمہ نے اپنا نام رحمان الیمامہ رکھا ہوا تھا، اس کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ اس کا ایک شیطان تھا جو ہر چیز کی اسے خبر دیا کرتا تھا۔

اس نے نجران پر حملہ کیا، وہاں حضرت عمرو بن حزم اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہما کی حکمرانی تھی اس نے ان دونوں کو صنعاء کی طرف جلاوطن کردیا، اس کے ساتھ سات سو شہسوار تھے۔ صنعاء پر شہر بن باذان کی حکومت تھی، شہر نے اس کی طرف پیش قدمی کی، لیکن اسود نے اسے قتل کردیا۔ قیس بن عبد یغوث المرادی، معاویہ بن قیس الجنبی، یزید بن محرم، یزید بن حصین الحارثی اور یزید بن افکل الازدی اس کے کمانڈر تھے۔ اسود نے صنعاء پر تسلط حاصل کرلیا پھر اس نے حضر موت سے طائف تک کے علاقے پر قبضہ کرلیا اور اس نے طائف

کے حکمرانوں کو بحرین کی طرف اور احساء کے حکمرانوں کو عدن کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اس نے بلادِ عرب کے جنوب مغربی علاقوں پر ایک ماہ سے بھی کم عرصے میں تسلط حاصل کر لیا۔ اس نے اپنی فوج کے معاملات قیس بن عبد یغوث کے سپرد کر دیئے۔ ابناء کے امور فیروز اور داذویہ کے سپرد کیے، جب اس نے خوب قتل و غارت گری کر لی تو اس نے قیس، فیروز دیلمی اور داذویہ کو حقیر سمجھنا شروع کر دیا۔

حضر موت کے مسلمانوں کو اندیشہ تھا کہ اسود ان سے لڑائی کرے گا یا اس جیسا کوئی اور کذاب ظاہر ہو جائے گا۔ اسی دوران یمن والوں کو رسول اللہ ﷺ کا ایک خط موصول ہوا جس میں اسود کو قتل کرنے کا حکم تھا، چنانچہ معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، وہ مختلف قبائل میں جاتے انہیں اسلام کی تعلیم دیتے جس سے مسلمانوں کو تقویت ملی، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ مکتوب وبر بن یحنس ازدی لے کر حاضر ہوئے۔

اسود عنسی کا قتل ❶

اسود نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے اپنے لشکر کے کمانڈر فیروز اور داذویہ کو حقیر سمجھنا شروع کر دیا، یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے یمن کو مختصر مدت میں اس کے زیر تسلط لانے میں اس کی اعانت کی تھی۔ دوسری غلطی اس نے یہ کی کہ اس نے شہر بن باذان کو قتل کر کے اس کی بیوی آزاد سے شادی کر لی جو کہ فیروز کے چچا کی بیٹی تھی۔ جب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ اس نے فوج کے سپہ سالار کو تبدیل کر دیا ہے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خط کے ذریعے اسود کو قتل کرنے کی خبر دی تو فیروز اس خبر سے بہت خوش ہوا اور انہوں نے اس کی بیوی آزاد سے اس کے قتل کرنے کے بارے میں بات کی، وہ اسود سے بغض رکھتی تھی کیونکہ اس (اسود) نے اس کے خاوند کو قتل کیا تھا نیز وہ بداخلاق اور بدکردار بھی تھا اس لیے بھی وہ اسے ناپسند کرتی تھی۔

فیروز، داذویہ اور قیس پہرے داروں کے ہوتے ہوئے محل میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے اور یہ ایک نقب کے ذریعے ممکن ہوا جو انہوں نے آزاد کے اشارے پر

---

❶ شذرات الذهب:۱/ ۱۵۰؛البدایه والنهایه:۵/ ۵۰؛ البدء والتاریخ:۵/ ۱۵۳۔

لگائی تھی، انہوں نے اس تک پہنچ کر، اسے قتل کیا اور اس کا سر قلم کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے مسلمانوں کے شعار یعنی اذان کے ذریعے آواز دی، جب مسلمان اور کافر جمع ہو گئے تو انہوں نے ان کی طرف سر پھینک دیا۔ اس طرح اہل صنعاء اور اہل جند اس پھیلے ہوئے شر سے محفوظ ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حکمرانی پر اتفاق کیا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت کیا کرتے تھے اس کے قتل کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمال اپنے اپنے علاقوں میں واپس لوٹ آئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خبر کی اطلاع بذریعہ مکتوب روانہ کی لیکن قاصد یہ خبر لے کر جس روز مدینہ پہنچا اسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اسود کے فتنے کے آغاز اور اس کے قتل کے درمیان چار ماہ کا عرصہ ہے۔ ❶

اسد الغابہ میں باذان کے تعارف میں لکھا ہے: اسود کے قتل میں باذان کی شخصیت کا بڑا دخل ہے حالانکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں فوت ہو گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے امرا کو یمن میں الگ الگ کر دیا تھا، شہر بن باذان صنعاء کا والی تھا، پھر اسود نے اس پر تسلط حاصل کر لیا بعد میں اس مکار کو دھوکے سے قتل کر دیا گیا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

❶ البدایہ والنہایہ: ٤/ ٧٠٢۔ الکامل فی التاریخ: ٢/ ٢٣١۔

مرتدین سے جنگ

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی عرب کے ارتداد کا مسئلہ مسلمانوں کے لئے سنگین تر ہوتا گیا، نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ کو روانہ کرنے کے بعد مدینہ پر حملہ ہونے کا اندیشہ محسوس کیا، جبکہ مسیلمہ اور طلیحہ کا معاملہ سنگین صورت اختیار کر گیا۔ قبیلہ طے اور اسد کے لوگوں نے طلیحہ پر اتفاق کر لیا ادھر غطفان عیینہ بن حصن کی متابعت میں مرتد ہو گئے کیونکہ اس نے کہا کہ اگر ہم اپنے دونوں (اسد، غطفان) حلیفوں میں سے کسی نبی کی اتباع کر لیں تو یہ بات اس سے بہتر ہے کہ ہم قریش کے نبی کی اتباع کریں جبکہ طلیحہ زندہ بھی ہے پس میں اس کی اتباع کروں گا اور غطفان نے اسی کی متابعت کی کیونکہ ان کے دلوں میں عیینہ کی محبت تھی اور اعراب کے بارے میں بغض تھا۔

نبی ﷺ کے قاصد یمامہ اور اسد وغیرہما واپس لوٹے، انہوں نے اپنے خطوط حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیش کئے نیز مسیلمہ اور طلیحہ کی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ اور طلیحہ کو قتل کرنے کا عزم کیا اور انہوں نے مرتدین کے حملے کو روکنے کی تیاری کو لشکر اسامہ کی واپسی تک مؤخر کیا۔ اب ہم طلیحہ کا ذکر کرتے ہیں یہ بھی نبوت کا جھوٹا دعویدار تھا۔ [1]

طلیحہ اسدی

طلیحہ بن خویلد اسدی بنو اسد بن خزیمہ قبیلے سے تھا، وہ کاہن تھا، اس نے اسلام قبول کیا، پھر مرتد ہو گیا، اس نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا، یہ بنی اسد میں ظاہر ہوا اور عرب کے کچھ گروہوں نے اس کی پیروی کی، اس نے مکہ کی طرف جانے والے راستے پر واقع سمیرا نامی مقام پر پڑاؤ ڈال دیا۔ نبی ﷺ نے ضرار بن ازور کو بنی اسد پر عامل بنا کر اس کی طرف بھیجا اور انہیں مرتدین پر گہری نظر رکھنے کا حکم دیا۔ طلیحہ کا معاملہ زور پکڑتا گیا ایک بار اسے گرفتار کر کے اس پر تلوار کا وار بھی کیا گیا، لیکن وہ اس پر کارگر ثابت نہ

---

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۲٤۹؛ الطبقات الکبریٰ: ٥/ ٥۳٤۔

ہوئی جس کی وجہ سے لوگوں نے اس کے بارے یہ نظریہ اپنا لیا کہ اسلحہ بھی اس پر کوئی اثر نہیں کرتا، اس طرح اس کی جماعت بڑھتی گئی، اسی دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور لوگ حالت ارتداد پر ہی رہے، ان مرتدین میں سے زیادہ تر لوگ اسد، غطفان، طے اور فزارہ وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت ضرار اور اس کے ساتھی مدینہ کی طرف بھاگ آئے۔ طلیحہ دعویٰ کرتا تھا کہ جبریل اس کے پاس آتے ہیں۔ وہ لوگوں کے لئے جھوٹ گھڑتا اور اسے مسجع کلام میں پیش کرتا، وہ انہیں نماز میں ترک سجود کا حکم دیتا اور کہتا: اللہ تمہارے چہروں کو خاک آلود کر کے تمہاری پیٹھوں کو بدنما شکل میں دیکھنا نہیں چاہتا پس تم اللہ تعالیٰ کو حالت قیام ہی میں یاد کرو۔ کیونکہ جھاگ ہر خالص چیز کے اوپر ہی ہوتی ہے۔ طلیحہ نے ترک صلوۃ وزکوۃ کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف وفد روانہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے مسترد کر دیا، طلیحہ کا ایک حبال نامی بھائی تھا۔ اس نے اسے اپنے متبعین کے ایک گروہ پر امیر مقرر کر دیا، جب وفد نے ترک زکوٰۃ کا معاملہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے فرمایا:

> ”اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھ سے عقال (اونٹنی یا اونٹ کا پاؤں باندھنے والی رسی) دینے کا بھی انکار کیا تو میں اس کے حصول کے لئے بھی ان سے قتال کروں گا۔“ (1)

مدینہ پر حملہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مدینہ پر حملے کی توقع تھی۔ انہوں نے وفد کے جانے کے بعد مدینہ کے دروں پر حضرت علی، طلحہ، زبیر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو مقرر کیا، اور اہل مدینہ سے کہا کہ وہ مسجد میں رہیں، انہیں دشمن کے قریب ہونے کی وجہ سے ان کی طرف سے حملے کا اندیشہ تھا، تین دن گزرے تھے کہ انہوں نے رات کے وقت مدینے پر حملہ کر دیا اور اپنے کچھ آدمیوں کو ذی حُسّی مقام پر چھوڑ آئے تا کہ وہ ان کے پشت پناہ اور معاون ہوں، وہ رات کے وقت دروں پر آئے، وہاں باہم لڑائی ہوئی تو لوگوں نے انہیں مدینہ

(1) الرياض النضرة: ٢/ ٤٤؛ تاريخ الخلفا: ١/ ٧٤؛ البدايه والنهايه: ٦/ ٣١١؛ طبقات الكبرى: ٣/ ٤٦٧؛ البدء والتاريخ: ٥/ ١٥٣؛ المنتظم: ٤/ ٧٦۔

کے باہر ہی روکے رکھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا تو انہوں نے مدینہ کا لشکر ان کی طرف روانہ کر دیا اس لشکر نے ان کا پیچھا کیا جب وہ ذی حُسّی مقام پر پہنچے تو طلیحہ کے افراد چمڑے کے مشکیزے لے کر ان کی طرف نکل آئے۔ ان میں رسیاں تھیں۔ انہوں نے ان میں پھونک ماری اور انہیں زمین پر لڑھکا دیا جس سے مسلمانوں کے وہ اونٹ بدھک گئے جن پر سوار تھے، اور وہ انہیں لے کر مدینہ پلٹ آئے، اس طرح مسلمان مقابلہ کئے بغیر واپس آ گئے۔ کفار نے مسلمانوں کو کمزور خیال کرتے ہوئے طلیحہ کے لشکر میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رات بھر لشکر کو تیار کیا اور انہیں اندھیرے ہی میں روانہ کر دیا۔ لشکر کے دائیں حصہ پر نعمان بن مقرن، بائیں پر عبداللہ بن مقرن اور پچھلے حصے پر سوید بن مقرن کو مقرر فرمایا، طلوع فجر سے پہلے ہی ایک مقام پر دشمن سے ان کا آمنا سامنا ہو گیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کا پیچھا ذی قَصّہ تک کیا اور وہاں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ مسلمانوں کی مرتدین کے خلاف یہ پہلی کامیابی تھی۔ آپ نے وہاں نعمان بن مقرن کی سربراہی میں ایک حفاظتی دستہ مقرر کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے اس بات پر حلف لیا کہ وہ ان مشرکین کو ضرور قتل کریں گے جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا ہے اور ان کے علاوہ دیگر مشرکین کو بھی قتل کریں گے اس سے مسلمانوں کی قوت واستقلال میں اضافہ ہوا۔ [1]

اگرچہ یہ ایک چھوٹا سا معرکہ تھا لیکن اس کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جس قوت کو بچایا تھا اس کی بہت اہمیت تھی، اس کے لوگوں کے دلوں پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ مرتدین مسلمانوں کی تھوڑی تعداد کے بارے میں باتیں کیا کرتے تھے اس لئے اس موقع پر اگر وہ شکست کھا جاتے تو مسلمانوں کا بہت بھاری نقصان ہوتا، اس کامیابی کے نتیجہ میں مدینہ میں صدقات آنے شروع ہو گئے۔ مسلمان خوشحال ہو گئے، ان کے ارادے مضبوط ہو گئے، سب سے پہلے بنی تمیم اور بنی طے کے وفود صدقات لے کر خلیفہ کے پاس آئے۔

---

[1] تاریخ طبری:۲/ ۲۵۳؛ البدایہ والنہایہ:٦/ ۳۱۳؛ البدء والتاریخ:۵/ ۱۵۷؛ المنتظم:٤/ ۷۵۔

اسامہ رضی اللہ عنہ کی واپسی

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جہاد سے واپس آ گئے جس کی وجہ سے مدینہ خطرات سے محفوظ ہو گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں مال غنیمت تقسیم کیا۔ اس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی سے وہ مقاصد حاصل کر لئے جو ان کے پیش نظر تھے نیز عرب مسلمانوں کی قوت کے معترف ہو گئے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کو ذی القصہ سے ربذہ کی طرف جلا وطن کرنے کے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اسامہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں قائم مقام مقرر کیا۔ ان سے اور ان کے لشکر سے کہا: آپ آرام کریں اور اپنی سواریوں کو بھی آرام پہنچائیں، اور وہ خود لشکر میں شامل ہونے کے لیے ذی القصہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مسلمان اس وقت نہایت مختصر طاقت میں تھے، مسلمانوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: رسول اللہ کے خلیفہ! ہم آپ کو قسم دیتے ہیں کہ آپ اپنے آپ کو پیش نہ کریں، اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو پھر لوگوں کے لئے کوئی نظم نہیں رہے گا، آپ کا وجود دشمن کے لئے بار گراں ہے، آپ کسی شخص کو امیر بنا کر بھیج دیں اگر اسے کچھ ہو گیا تو آپ اس کی جگہ کسی اور کو مقرر کر دینا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا، میں خود تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ [1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ذی حسی اور ذی قصہ کی طرف گئے حتیٰ کہ ابرق کے پاس پڑاؤ ڈالا، وہاں لڑائی ہوئی تو حارث اور عوف کو ہزیمت اٹھانا پڑی اور حطیئہ کو قیدی بنا لیا گیا، عبس اور بنو بکر فرار ہو گئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مقام ابرق پر چند روز قیام کیا، بنو ذبیان اور ان کے علاقوں پر قبضہ کر کے اس علاقے کو مسلمانوں کی سواریوں اور ان کے صدقات کے لئے محفوظ کر لیا، جب عبس و ذبیان شکست کھا کر طلیحہ کی طرف واپس آئے تو طلیحہ اس وقت سمیرا سے بزاخہ پہنچ چکا تھا ابوبکر رضی اللہ عنہ طلیحہ اور اس کے لشکر کو وہیں چھوڑ کر خود مدینہ تشریف لے آئے۔ [2]

مرتدین کی طرف لشکروں کی روانگی

جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر نے آرام کر لیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۲۵۶۔ [2] تاریخ طبری: ۲/ ۲۵۶؛ البدایہ والنہایہ: ۶/ ۳۱۴۔

پاس بہت سے صدقات آ گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفود تشکیل دیئے، اور گیارہ پرچم بنائے۔ جن لشکروں کو روانہ کیا گیا ان کے کمانڈروں اور علاقوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

① حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو طلیحہ بن خویلد اسدی کی طرف بھیجا اور ان سے کہا کہ جب آپ وہاں سے فارغ ہو جائیں تو دیکھیں کہ اگر بطاح میں مالک بن نویرہ بدستور قائم ہے تو اس کا پیچھا کریں۔

② حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب کی طرف۔

③ حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو عنسی کے لشکروں اور قیس بن مکشوح کے خلاف ابناء کی معاونت کے لئے بھیجا، انہیں ہدایت کی کہ وہ وہاں سے فارغ ہو کر حضرموت میں کندہ کی طرف جائیں۔

④ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو شام کے بالائی حصوں کی طرف۔

⑤ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو قضاعہ اور ودیعہ کی طرف۔

⑥ حضرت حذیفہ بن محصن غلفانی رضی اللہ عنہ کو اہل دبا کی طرف۔

⑦ حضرت عرفجہ بن ہرثمہ رضی اللہ عنہ کو مہرہ کی طرف۔

⑧ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو عکرمہ بن ابی جہل کی معاونت کیلئے روانہ کیا اور انہیں ہدایت کہ وہ یمامہ سے فارغ ہو کر اپنے لشکر قضاعہ کی طرف چلے جائیں۔

⑨ حضرت معن بن حاجز رضی اللہ عنہ کو بنی سلیم اور اس کے ساتھیوں کی طرف جو کہ ہوازن سے تھے۔

⑩ حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ کو یمن میں تہامہ کی طرف۔

⑪ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کی طرف بھیجا۔

یہ وہ سپہ سالار ہیں جنہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کی سرکوبی کے لئے منتخب فرمایا اور ان میں سے ہر ایک کو پرچم عطا کیا، اس سے ثابت ہوا کہ انہوں نے عرب کے تمام مرتدین کی طرف لشکر بھیجے، مرتدین کو زیر کرنے اور انہیں اسلام کے پرچم تلے دوبارہ لانے کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اس کام پر مامور سپہ سالاروں نے بہت اہم اور مشکل مہم کو سر کیا، ان لشکروں کی روانگی کے بعد مدینہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس نہایت مختصر فوجی قوت تھی۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب اور زبیر رضی اللہ عنہم کو ان کی حربی مہارت کے باوجود کسی حربی مہم پر مامور نہیں کیا بلکہ ان سے مشورے کی غرض سے انہیں اپنے پاس رکھا۔

تمام امراذی القصہ سے روانہ ہوئے اور انہوں نے اپنے مقام مقصود پر پڑاؤ ڈالا، ہر امیر اپنے لشکر سے جاملا اور اس نے ان سے حلف لیا اور ہر امیر نے تمام مرتدین کی طرف ان کے مکتوب پہنچا دیئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرب کے تمام مرتدین کو جو خطوط لکھے اس کی عبارت درج ذیل ہے۔ انہوں نے ہر امیر کو اسی خط کی ایک ایک کاپی عطا کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ابوبکر کی طرف سے ہر اس شخص کے نام جس کو میرا یہ خط پہنچے۔ وہ عام ہو یا خاص خواہ وہ اپنے اسلام پر قائم ہے یا وہ مرتد ہو چکا ہے۔

سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی اور ہدایت کے بعد اس نے ضلالت و گمراہی اور اندھے پن کو اختیار نہیں کیا۔ میں تمہارے ساتھ اللہ کی نعمت پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ آپ جو شریعت لے کر آئے ہم اس کا صدق دل سے اقرار کرتے ہیں اور جو انکار کرے اس کی تردید کرتے ہیں اور اس سے جہاد کریں گے۔ [1]

امابعد! اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف سے حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر اپنی مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا اور انہیں اپنے حکم سے اللہ کی طرف داعی اور سراج منیر بنا کر بھیجا تا کہ آپ اس شخص کو متنبہ کر سکیں جو زندہ ہو اور کافروں پر کلمہ حق ثابت کر دیں، جس نے ان کی بات قبول کر لی اللہ نے اسے ہدایت سے نواز دیا اور جس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روگردانی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے اس کی سرکوبی کی حتیٰ کہ وہ چار و ناچار اسلام کی طرف آ گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا لیا اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم کو نافذ کر دیا، اپنی امت کی خیر خواہی کی اور اپنی ذمہ داری کو نبھایا اور اللہ تعالیٰ

---

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۲۵۷؛ البدایہ والنہایہ: ۶/ ۳۱۵۔

نے آپ ﷺ اور اہل اسلام کو اپنی نازل کردہ کتاب میں نہایت وضاحت سے فرمایا:

﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴾ ❶

''بلاشک آپ کو بھی مرنا ہے اور بلاشک یہ بھی مرنے والے ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴾ ❷

''اور آپ سے پہلے ہم نے کسی بشر کو ہیشگی نہیں بخشی پھر کیا آپ وفات پا جائیں تو کیا وہ ہمیشہ رہیں گے؟''

اور مومنوں کے لئے فرمایا:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ ❸

''اور محمد ﷺ تو صرف ایک رسول ہیں، آپ سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر آپ فوت ہو جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں لوٹ جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں لوٹ جائے گا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور اللہ بہت جلد شکر گزاروں کو جزا دے گا۔''

جو کوئی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو (وہ سن لے کہ) محمد ﷺ یقیناً وفات پا چکے ہیں، اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا (وہ سن لے) اللہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے وہ زندہ ہے، ہمیشہ رہنے والا ہے وہ فوت نہیں ہوگا، اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، وہ اپنے دین کا محافظ ہے، اپنے دشمن سے انتقام لینے والا ہے، وہ ہر ایک کو اس کی برائی کی سزا دینے پر قادر ہے میں تمہیں اللہ کی طرف سے تمہارے نصیب ومقدر کے بارے میں اس سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں، اور اس چیز کے بارے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں جو تمہارے نبی ﷺ تمہارے پاس لے کر آئے تھے۔ تم پر لازم ہے کہ تم ان کی

❶ ۳۹/ الزمر: ۳۰۔ ❷ ۲۱/ الانبیاء: ۳۴۔ ❸ ۳/ آل عمران: ۱۴۴۔

راہنمائی کو اپنے لئے مشعل راہ بناؤ اور اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھامے رکھو، ہر وہ شخص جسے اللہ ہدایت سے محروم رکھے وہ گمراہ ہے، اور ہر وہ شخص جسے وہ عافیت سے محروم رکھے وہ مصیبت میں ہے، اور جس کی اللہ مدد نہ کرے وہ ناکام ہے۔ جس کو اللہ ہدایت عطا فرمائے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہ کردے وہی گمراہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴾ ❶

''جس کو اللہ ہدایت سے بہرہ مند کرے وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جسے گمراہ کرے تو تم اس کے لئے کوئی دوست یا راہنما نہ پاؤ گے۔''

آخرت میں اس کا کوئی عمل مقبول نہ ہوگا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ اسلام کا اقرار کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے بعد اللہ کے بارے میں دھوکہ میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اپنے معاملات سے عدم واقفیت اور شیطان کی بات مان لینے کی وجہ سے اپنے دین سے مرتد ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ ❷

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا، پس اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، کیا تم میرے سوا اس کو اور اس کی اولاد کو دوست قرار دیتے ہو، حالانکہ وہ تمہارا دشمن ہے، یہ ظالموں کے لئے بہت برا بدل ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ ❸

''شیطان یقیناً تمہارا دشمن ہے، پس تم بھی اس کو دشمن ہی سمجھو، وہ تو محض

❶ ۱۸/ الکہف:۱۷۔ ❷ ۱۸/ الکہف:۵۰۔ ❸ ۳۵/ فاطر:۶۔

اپنے گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ جہنمیوں میں سے ہو جائیں۔"

میں نے فلاں کو مہاجرین وانصار پر مشتمل لشکر پر امیر بنا کر بھیجا ہے اور میں نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ اس وقت کسی سے قتال نہ کرے جب تک وہ انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام نہ پہنچا دے، جو شخص اس کی دعوت قبول کر لے، صدق دل سے اس کا اقرار کرے اور سابقہ روش سے باز آ جائے اور نیک عمل کرے تو اس کی معذرت قبول کی جائے اور اس کی مدد کی جائے، اور جو شخص انکار کر دے اس سے قتال کریں، پھر ان میں سے ہر شخص پر سختی کی جائے، ان کے مال و متاع کو آگ کی نذر کر دیا جائے اور انہیں بری طرح سے قتل کیا جائے، ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے اور پھر ان سے اسلام کے سوا کوئی چیز قبول نہ کی جائے، پس جس نے اس کی اتباع کر لی وہ اس کے لئے بہتر ہے اور جس نے اسے ترک کر دیا وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکے گا، میں نے اپنے قاصدوں کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ میرے خط کو مجمع عام میں پڑھیں، داعیۃ سے مراد اذان ہے، جب مسلمان اذان دیں تو تم اذان دو، اگر تم اذان کی آواز سنو تو ان پر حملہ نہ کرو، اگر وہ اذان نہ دیں تو پھر ان پر جلدی سے حملہ کرو، اور اگر اذان دیں تو پھر ان کے واجبات کے متعلق ان سے سوال کرو، اگر وہ انکار کریں تو ان پر جلدی سے حملہ کرو اور اگر اقرار کر لیں تو ان کی طرف پیش قدمی روک دو اور ان کے شایان شان انہیں ذمہ داری دو۔ [1]

مرتدین کے لئے یہ اعلان عام کروایا۔ آپ نے فقط دعوت کے ذریعے اطاعت قبول کرنے اور اسلام کی طرف لوٹ آنے کا حکم دیا بصورت دیگر ہر امیر کو اجازت ہے کہ وہ ان میں سے انکار کرنے والوں کو قتل کرے، ان کے مال و متاع کو آگ کی نذر کرے اور ان پر سختی کرے، اس کے ساتھ ساتھ ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنائے۔

آپ نے ہر قائد و سپہ سالار سے یہ عہد لیا کہ وہ آپ کی وصیت پر عمل کرے گا اور اس کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا۔

عہد کا مضمون یہ ہے:

[1] الریاض النضرۃ: ص ۳۵۳؛ تاریخ طبری: ۲/ ۲۵۸۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ عہد رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے فلاں شخص کے لئے تحریر کیا گیا ہے۔ جب انہوں نے اسے مسلمانوں کی فوج کے ساتھ مرتدین سے لڑنے کے لئے روانہ کیا ہم نے امرا کو اس شرط پر یہ منصب عطا کیا ہے کہ وہ ظاہری اور مخفی طور پر جہاں تک ممکن ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور مرتدین کے مقابلے میں خلوص نیت کے ساتھ پوری کوشش کرے اور ان سے جنگ فقط اللہ کیلئے کرے البتہ جنگ کا آغاز کرنے سے پہلے انہیں اپنی اصلاح کا موقع دے اور انہیں اسلام کی دعوت دے، اگر وہ قبول کرلیں تو ان سے کوئی تعارض نہ کرے اور اگر انکار کریں تو ان پر فوراً حملہ کردیا جائے، میدان کارزار اس وقت تک گرم رکھا جائے جب تک وہ دوبارہ اسلام قبول نہ کرلیں اور اگر وہ دوبارہ اسلام قبول کرلیں پھر وہ ان کو ان کی ذمہ داریوں کے متعلق بتائے اور ان کے حقوق کے متعلق انہیں آگاہ کرے، وہ ان سے ان کے واجبات قبول کرے اور ان کے حقوق ادا کرے، جس کے وہ مستحق ہوں وہ ان کو دیا جائے، اس معاملے میں انہیں ہرگز مہلت نہ دی جائے اور جب تک مطلوبہ مقاصد حاصل نہ ہو جائیں مسلمانوں کو جہاد سے واپس نہ بلایا جائے جو شخص اللہ عزوجل کے حکم کو قبول کرلے اس کے ایمان کو تسلیم کیا جائے، اچھے طریقے سے اس کی مدد کی جائے گی۔ قتال معروف طریقے سے ہو اور ہر اس شخص سے ہو جو زبان سے اللہ تعالیٰ کے پیام کو تسلیم کرتا ہے مگر اس پر عمل کرنے کا منکر ہے۔ جب وہ دعوت قبول کرلے تو پھر اس کے خلاف کوئی دلیل و حجت نہیں ہوگی، اس کے بعد اس کے معاملات کا اللہ حساب لینے والا ہے اور جو شخص اللہ کی دعوت قبول نہ کرے اس سے قتال کیا جائے، وہ جہاں بھی ہو اور کسی بھی پناہ گاہ میں ہو، اس سے اسلام کے سوا کوئی اور چیز قبول نہ کی جائے، جس نے اس کی بات قبول کی اور اس کا اقرار کیا تو اس کی طرف سے قبول کیا جائے، اور جو انکار کردے اس سے قتال کرے، اگر اللہ اس (قاصد) کو اس پر غلبہ عطا کردے تو وہ ان سے ہر قسم کے اسلحے اور آگ کے ساتھ ان سے خوب قتال کرے، پھر اللہ تعالیٰ اسے جو مال غنیمت عطا کرے تو وہ خمس کے علاوہ اسے ان میں تقسیم کردے اور خمس کو ہم تک پہنچائے، نیز وہ اپنے ساتھیوں کو عجلت و

فساد سے منع کرے، وہ ان میں نا قابل اعتبار لوگوں کو بھرتی نہ کرے حتیٰ کہ وہ ان کے متعلق جان پہچان کر لے کہ وہ کہیں جاسوس نہ ہوں تا کہ مسلمانوں کو ان کی طرف سے تکلیف نہ پہنچے، وہ مسلمانوں کے ساتھ اعتدال سے رہے، وہ قیام و کوچ اور ان کی طرف سے کسی نقصان ہو جانے پر ان سے نرمی کرے، کسی کو جلد بازی پر نہ اکسائے اور مسلمانوں کی حسن صحبت اور نرم کلامی سے خیر خواہی کرے۔ ❶

معرکہ بزاخہ اور طلیحہ کا شام کی طرف فرار

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو طلیحہ سے لڑائی کے لئے روانہ کیا جب وہ اس سے فارغ ہوئے تو بطاح میں مالک بن نویرہ کی طرف چل دیئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پہلے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو قبیلہ طے کی طرف بھیجا پھر ان کے پیچھے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ طیسے آغاز کریں۔ ان میں سے کچھ مجاہد بزاخہ کی طرف اور دیگر کو بطاح کی طرف روانہ کیا جائے۔ جب وہ کسی قوم سے فارغ ہو جائیں تو وہاں سے اس وقت تک کوچ نہ کریں جب تک خلیفہ سے اجازت حاصل نہ کر لیں اور لوگوں کو ظاہر کریں کہ وہ ایک لشکر لے کر خیبر کی طرف روانہ ہونے والے ہیں حتیٰ کہ وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے جاملیں یہ سب کچھ دشمن کو خوف زدہ اور مرعوب کرنے کے لئے تھا۔

قبل اس کے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لڑائی کیلئے روانہ کرتے انہوں نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے کہا تم فوراً اپنی قوم کے پاس جاؤ۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق طے کا رخ کیا وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی اور اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں انہیں خطرناک انجام سے خبردار کیا۔ بنی طے نے درخواست کی کہ وہ لشکر کو تین دن تک مؤخر کرنے میں ثالثی کا کردار ادا کریں تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ ان میں سے کون طلیحہ کے لشکر سے الگ ہوتا ہے اور کون اس کے ساتھ بزاخہ کے مقام پر شامل ہوتا ہے، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ واپس آئے اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حالات سے باخبر کیا تو انہوں نے تاخیر کی

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۲۵۸ و الاستقصا: ۷۵۔

اور طے نے اپنے آدمیوں کو ان آدمیوں کی طرف بھیجا جو طلیحہ سے مل چکے تھے۔ انہوں نے انہیں سمجھایا جس کے نتیجہ میں وہ طلیحہ کو چھوڑ کر ان کے ساتھ واپس آ گئے اس طرح بنی طے دوبارہ مسلمان ہو کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جدیلہ کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو اس موقع پر بھی عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے انہیں روکا تاکہ وہ ان سے گفتگو کر سکیں چنانچہ وہ اسلام کی دعوت دینے کے لئے ان کے پاس گئے، وہ وہیں رہے حتیٰ کہ انہوں نے دعوت قبول کر لی، اس طرح وہ بھی دوبارہ اسلام قبول کرنے کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوئے اور ان میں سے ایک ہزار سوار مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس طرح زمین طے ان کے لئے عظیم برکت کا باعث بنی کیونکہ ان کے قبول اسلام کی وجہ سے قتال کی شر بند ہو گئی۔ اس نے مسلمانوں کے لشکر کو بھی فائدہ پہنچایا اور انہیں قتال سے آرام پہنچایا اور ان کے ساتھ شامل ہونے نے طرفین کو قتل و غارت گری سے بچانے کے لئے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جو کردار ادا کیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہما کو طلیحہ کی خبر گیری کے لئے روانہ کیا۔ ان کا سامنا سب سے پہلے طلیحہ کے بھائی حبال سے ہوا انہوں نے اسے قتل کر دیا، طلیحہ کو اس کی خبر پہنچی تو وہ اپنے بھائی سلمہ کے ساتھ روانہ ہوا، طلیحہ نے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو اور اس کے بھائی نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد وہ اپنی فردگاہ کی طرف واپس چلا گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ جب آگے بڑھے تو انہوں نے عکاشہ اور ثابت رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے، اس سے مسلمانوں کو پریشانی لاحق ہوئی اور انہوں نے کہا: مسلمانوں کے سادات میں سے دو سید اور ان کے شہسواروں میں سے دو شہسوار شہید کر دیئے گئے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ بزاخہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں ان کا طلیحہ کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا، دونوں کے مابین شدید لڑائی چھڑ گئی۔ طلیحہ اپنی چادر اوڑھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اسی چادر میں اس کے پاس وحی آتی ہے، عیینہ بن حصن طلیحہ

کے دفاع کے لئے بنوفزارہ کے سات سو ۷۰۰ جنگجوؤں کو ساتھ لے کر خوب مردانگی سے لڑ رہا تھا۔ جب لڑائی شدت اختیار کر گئی تو عیینہ بن حصن طلیحہ کے پاس آیا اور اسے کہا، کیا تمہارے پاس جبریل آئے ہیں؟ اس نے کہا: نہیں۔ وہ واپس چلا گیا اور لڑنے لگا تھوڑی دیر بعد وہ پھر طلیحہ کے پاس آیا اور کہا، تیرا باپ مر جائے کیا تیرے پاس جبریل آئے ہیں؟ اس نے کہا: نہیں، عیینہ نے کہا: تو پھر کب؟ اللہ کی قسم! ہمیں بہت تکلیف کا سامنا ہے؟ یہ کہہ کر وہ پھر مردانگی سے لڑنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے طلیحہ کے پاس آ کر دوبارہ کہا: کیا تمہارے پاس جبریل آئے ہیں؟ اس نے کہا ہاں، اس (عیینہ) نے کہا: انہوں نے تجھے کیا کہا؟ اس نے کہا: انہوں نے مجھے کہا ہے: یہ لڑائی تمہارے لئے اسی طرح چکی کا پاٹ ثابت ہوگی جیسے عیینہ کیلئے اور یہ ایک ایسا واقعہ ہوگا جو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔ عیینہ نے کہا: یقیناً اللہ کو علم ہے کہ ایک ایسی بات ہوگی جسے تو بھول نہیں سکے گا، اے بنوفزارہ! چلو یہ تو جھوٹا آدمی ہے، وہ واپس چلے گئے، ان کے جاتے ہی میدان کا رنگ بدل گیا۔ طلیحہ اور اس کے ساتھی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ❶

طلیحہ نے اپنی اور اپنی بیوی النوار کی سواری کے لئے ایک گھوڑا تیار کر رکھا تھا جب طلیحہ کو اس کی مفرور فوج نے آ گھیرا تو وہ جلدی سے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنی بیوی کو بھی سوار کیا اور اسے لے کر تیزی کے ساتھ چلا گیا اور کہا: فزارہ کی جماعت! جو میری طرح بھاگ کر جان بچا سکتا ہے وہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر بھاگ جائے۔ یہ کہہ کر وہ شام کی طرف فرار ہو گیا، پھر اس نے کلب پر پڑاؤ ڈالا اور جب اسے پتہ چلا کہ اسد اور غطفان قبیلے کے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں تو اس نے بھی اسلام قبول کر لیا اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات تک کلب میں مقیم رہا۔ اسی دوران وہ عمرہ کرنے کے لئے روانہ ہوا جب مدینہ کے قریب سے گزرا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا: یہ طلیحہ ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں اسے کیا کہوں وہ تو مسلمان ہو چکا ہے؟ ❷

جب اللہ تعالیٰ نے طلیحہ اور فزارہ کے دل میں جو ڈالنا چاہا وہ ڈال دیا تو یہ لوگ کہنے

❶ البدایہ والنہایہ: ٤/ ٧١١؛ سیر اعلام النبلاء: ١/ ٣١٧۔

❷ تاریخ طبری: ٢/ ٢٦١؛ البدایہ والنہایہ: ٦/ ٣١٨۔

لگے کہ جس دین کو ہم نے چھوڑا تھا ہم پھر اسی میں داخل ہوتے ہیں ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور ہم اپنے مال و جان میں اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں، ان قبائل میں سے جس نے اطاعت اختیار کر لی اور اسلام قبول کر لیا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس سے بیعت لی اور بیعت کی عبارت اس طرح ہے:

''اللہ کا عہد و میثاق تم پر لازم ہے۔ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، نماز پڑھو، زکوٰۃ دو اور تم انہی چیزوں پر اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں سے بیعت لو۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسد، غطفان، طے اور عامر سب پر یہ شرط عائد کی کہ وہ ان تمام لوگوں کو جنہوں نے ارتداد کے زمانے میں مسلمانوں کو جلایا، ان کے جسم کے ٹکڑے کیے اور ان پر دیگر مظالم کیے تھے ان کے حوالے کر دیں۔ انہوں نے اس شرط پر عمل کرتے ہوئے ایسے لوگوں کو خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کر دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان لوگوں کے اعضا کاٹ دیئے گئے، انہیں سنگسار کیا گیا اور جلایا گیا اور کچھ لوگوں کو پہاڑ سے نیچے گرا دیا گیا اور کچھ کو کنوؤں میں ڈال کر تیروں سے چھلنی کر دیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس صورت حال کے بارے میں پیغام بھیج دیا گیا۔ نیز قرہ بن ہبیرہ، زہیر اور کچھ لوگوں کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔

ام زمل بنت مالک کے احوال

وہ اپنی والدہ ام قرفہ کے عہد سرداری میں قیدی بن گئی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں خیال آیا تو انہوں نے اسے آزاد کر دیا، وہ اپنی قوم کے پاس چلی گئی اور مرتد ہو گئی، شکست خوردہ لوگ اس کی طرف جمع ہو گئے تو اس نے قتال کا حکم دیا، اس کی جماعت بڑھ گئی، اس کی شان و شوکت میں اضافہ ہو گیا، جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس کے معاملے کا پتہ چلا تو انہوں نے اس کی طرف پیش قدمی کی اور پہلے ہی روز خوب لڑائی ہوئی۔ ام زمل اپنے اونٹ پر کھڑی تھی، یہ بھی عزت میں اپنی والدہ جیسی تھی، اس کے اونٹ کے گرد مسلم

گھوڑ سوار جمع ہو گئے، انہوں نے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں اور اسے قتل کر دیا، اس اونٹ کے آس پاس سو آدمی مارے گئے۔ اس طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فتح مند ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ❶

عیینہ بن حصن کی گرفتاری

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عیینہ بن حصن کو قیدی بنایا اور وہ اسے لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مدینہ کے بچے اسے کہہ رہے تھے: اللہ کے دشمن! تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن پر بندھے ہوئے تھے اور وہ اسی حال میں یہ کہہ رہا تھا، میں تو آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اللہ پر ایمان نہیں لایا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے درگزر کیا اور اس کی جان بچائی۔ ❷

کلامِ طلیحہ کا نمونہ

طلیحہ کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کو لایا گیا جو طلیحہ کے حالات اور نبوت کے واقعات سے باخبر تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ بتاؤ طلیحہ کس قسم کا کلام کیا کرتا تھا؟ اس نے کہا: اس کا کلام اس طرح کا ہے:

وَالْحَمَامِ وَالْيَمَامِ، والصُّرَدِ وَالصَّوَامِ، قَدْصُمْنَ قَبْلَكُمْ بِأَعْوَامٍ لَيَبْلُغَنَّ مُلْكُنَا الْعِرَاقَ وَالشَّامَ۔ ❸

"پالتو کبوتر، جنگلی کبوتر، صرد (چڑیا نما پرندہ) اور بے آب زمین کی قسم یہ تم سے پہلے سالہا سال کے روزے رکھتے تھے بلاشبہ ہماری حکومت عراق اور شام پر ہوگی۔"

طلیحہ کی حکومت عراق پہنچی نہ شام، بلکہ اس نے شام کی طرف راہ فرار اختیار کی۔

میرا خیال ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ نامعقول مسجع کلام سنا ہوگا تو وہ ہنسے بغیر نہ رہ سکے ہوں گے، حالانکہ طلیحہ شاعر بھی تھا۔

---

❶ تاریخ طبری: ٢/ ٢٦٥؛ البدایه والنهایه: ٦/ ٣١٩۔

❷ تاریخ: ٢/ ٢٦٤۔ ❸ البدایه والنهایه: ٤/ ٧١٤۔

بنوتمیم کی ہزیمت اور مالک بن نویرہ کا قصہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مدینہ کے شمال میں واقع پہاڑوں پر آباد قبائل کو شکست دینے کے بعد، خلیج فارس کے قریب ہضبہ کے پاس آباد بنوتمیم کے قبائل سے قتال کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کی دو قسمیں تھیں: عیسائی اور بتوں کے پجاری، یہ لوگ یمامہ اور فرات کے دھانے کے درمیان وسیع چراگاہوں میں پھیلے ہوئے تھے، دیگر قبائل عرب کی طرح انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے الگ الگ عمال بھی مقرر کیے تھے، زبرقان، سہل بن منجاب، قیس بن عاصم، صفوان بن صفوان، سبرہ بن عمرو، وکیع بن مالک اور مالک بن نویرہ انہی میں سے تھے، پھر یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہیں پہلے معرکہ میں کامیابی حاصل ہوئی تو صفوان بن صفوان بنوعمرو کے صدقات لے کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف آئے، بنوتمیم اس وقت باہمی خلفشار کا شکار تھے۔ وہ اسی حالت میں تھے کہ سجاح بنت حارث بن سوید بن عقفان تمیمیہ جزیرہ سے ان کے پاس آئی، اس نے نبوت کا دعویٰ کیا، وہ بنوربیعہ کی قائد تھی، یہ اور اس کا گروہ جو کہ اس کے ننھیالی خاندان بنی تغلب میں سے تھا بنوتمیم کے پاس پہنچے، بنوتغلب سے ہذیل بن عمران بھی انہی کے ساتھ تھا، یہ پہلے عیسائی تھا، اس نے اپنا دین چھوڑ کر اس (سجاح) کی پیروی کر لی، سجاح نے بھی نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے عیسائیت کو اختیار کیا تھا۔ عقہ بن ہلال نمری، زیاد بن فلان ایادی اور سلیل بن قیس شیبانی اس کے ساتھ تھے۔ ایک طرف تو پہلے ہی ان قبائل میں باہمی خلفشار تھا دوسری طرف یہ لوگ ان پر چڑھ آئے ان کے لیے یہ واقعی بڑی پریشانی کی بات تھی۔ ❶

سجاح مدینہ پر حملہ کرنا چاہتی تھی، اس نے مالک بن نویرہ سے صلح کرنے کی درخواست کی جسے اس نے قبول کر لیا، البتہ تمیم کے دیگر قبائل نے اس کی اتباع سے انکار کر دیا، انہوں نے کئی مواقع پر اس سے لڑائی لڑی جس میں انہوں نے اسے اور مالک

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۲٦٤؛ المنتظم: ٤/ ۲٤۔

کو شکست سے دوچار کیا، آخر کار اس نے ان سے صلح کر لی اور قیدیوں کا تبادلہ کر لینے کے بعد وہ یمامہ کے ارادے سے جزیرہ کے لشکر میں چلی گئی اور اس نے کہا:

عَلَيْكُمْ بِالْيَمَامَةِ وَدُفُّوْا دَفِيْفَ الْحَمَامَةِ فَإِنَّهَا غَزْوَةٌ صَرَّامَةٌ لَا يُلْحِقُكُمْ بَعْدَهَا مَلَامَةٌ۔ ❶

''تم یمامہ چلو اور کبوتری کی طرح اڑتے ہوئے چلو۔ یہ لڑائی فیصلہ کن ہوگی اس کے بعد تمہیں کسی ملامت کا سامنا نہیں ہوگا۔''

سجاح، مسیلمہ سے لڑائی کرنا چاہتی تھی، اس نے بنی حنیفہ کا قصد کیا، مسیلمہ کو اس کا پتہ چلا تو وہ ڈر گیا کہ اگر وہ اس سے الجھ گیا تو ثمامہ اور شرحبیل بن حسنہ اور اس کے آس پاس کے دیگر قبائل مثلاً یمامہ وغیرہ اس پر غالب آ جائیں گے، لہٰذا اس نے اس کے لئے تحائف بھیجے، پھر اس سے جان کی امان طلب کی اور کہا میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا چنانچہ اس نے بنو حنیفہ کے چالیس آدمی ساتھ لے کر سجاح کی خدمت میں حاضری دی۔ مسیلمہ نے کہا اگر علاقے کو برابر تقسیم کیا جائے تو پھر نصف علاقہ ہمارا اور نصف قریش کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قریش کا حصہ تمہیں عطا کر دیا ہے۔

سجاح اور مسیلمہ کی خیمہ میں ملاقات

مسیلمہ نے سجاح سے ملاقات کی اس کے لئے قبہ بنایا پھر اس نے اس سے شادی کر لی اور یمامہ کی سالانہ پیداوار کے نصف پر اس سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ نصف اس وقت لے گی اور نصف بعد میں وصول کرے گی، وہ اپنا نصف حصہ لے کر جزیرے کی طرف چلی گئی اور باقی نصف لینے کے لئے ہذیل، عقبہ اور زیاد کو نائب مقرر کیا، لیکن جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کی طرف بڑھے تو وہ ٹھہر نہ سکے اور تتر بتر ہو گئے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ سجاح بھی اپنے خاوند مسیلمہ کے ساتھ نہ ٹھہر سکی حالانکہ وہ اس پر ایمان بھی لا چکی تھی، اس نے اسے چھوڑ دیا اور جزیرے کی طرف لوٹ گئی۔

---

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۲۶۹؛ البدایہ والنہایہ: ۶/ ۳۲۰۔

مالک بن نویرہ

وہ سجاح کی اتباع کرنے کی وجہ سے اپنے فعل پر نادم ہوا اور اپنے معاملے پر حیران ہوا، ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فزارہ، غطفان، اسد اور طے قبیلوں سے فارغ ہو کر بطاح کا ارادہ کیا، وہاں مالک بن نویرہ تھا جو اپنے معاملے میں متردد تھا۔ انصار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پیچھے رہ گئے اور کہنے لگے خلیفہ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ انہوں نے یہ ہدایت کی تھی کہ جب ہم بزاخہ سے فارغ ہو جائیں تو ان کے دوسرے حکم کا انتظار کریں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ انہیں وہاں چھوڑ کر خود بطاح کی طرف روانہ ہو گئے۔ انصار کو اس پر ندامت ہوئی اور وہ بھی ان سے جا ملے پھر وہ ان کے ساتھ مل کر بطاح کی طرف بڑھے، لیکن انہوں نے وہاں کسی کو نہ پایا۔ مالک بن نویرہ نے اپنے ساتھیوں کو جدا جدا کر کے انہیں اجتماع سے منع کر دیا تھا۔ جب خالد رضی اللہ عنہ بطاح پہنچے تو انہوں نے دستوں کو پھیلا دیا اور انہیں شعار اسلامی کی منادی کا حکم دیا اور کہا کہ جو شخص اس دعوت کو قبول نہ کرے اسے میرے پاس لائیں۔ یعنی آپ نے انہیں قتل کرنے سے منع کیا، اتنے میں ایک دستہ بنوثعلبہ بن یربوع کے ہمراہ مالک بن نویرہ کو گرفتار کر کے لے آیا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی انہی میں تھے۔ انہوں نے گواہی دی کہ ان لوگوں نے اذان اور اقامت کے بعد نماز پڑھی ہے اسی دستے کے کچھ لوگوں نے کہا: انہوں نے ایسا نہیں کیا: جب انہوں نے اپنے معاملے میں اختلاف کیا تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں قید کرنے کا حکم دیا، جس رات وہ قید ہوئے وہ بہت سرد تھی چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک منادی کرنے والے کو حکم دیا تو اس نے منادی کر دی کہ اپنے قیدیوں کو گرم کرو۔ بنی کنانہ کی زبان میں گرم کرو سے مراد قتل ہے، چنانچہ انہوں نے سمجھا کہ آپ نے قتل کا ارادہ کیا ہے جبکہ ان کا ارادہ محض گرم کرنا یعنی حرارت پہنچانا تھا، انہوں نے انہیں قتل کر دیا، ضرار بن ازور نے مالک کو قتل کر دیا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پکار سنی تو وہ باہر تشریف لائے۔ اتنے میں وہ ان سے فارغ ہو چکے تھے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کر گزرتا ہے۔ ❶

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۲۷۰۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شادی

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کی بیوی سے شادی کر لی۔ جب یہ خبر مدینہ پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: خالد کی تلوار میں کچھ بے گناہ مسلمانوں کا خون ہے۔ انہوں نے اس بارے میں ان کے متعلق اور بھی بہت باتیں کیں، اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: عمر! اس نے تاویل کی اور خطا کی، آپ خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنی زبان کو روک لو، میں اس تلوار کو نیام میں نہیں رکھوں گا جس کو اللہ نے کافروں پر سونتا ہے۔ پھر انہوں نے مالک کا خون بہا ادا کیا اور خالد کو اپنے پاس بلانے کے لئے خط لکھا۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی، وہ مسجد میں آئے تو ایک زنگ آلود قبا پہنی ہوئی تھی اور اپنے عمامے میں تیر لگا رکھے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے ان تیروں کو چھین کر توڑ دیا، اور انہیں کہا: تم نے ایک مسلمان شخص کو قتل کر دیا، پھر اس کی بیوی پر قبضہ کر لیا، اللہ کی قسم! میں تمہیں پتھروں سے سنگسار کر دوں گا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کوئی بات کیے بغیر آگے بڑھے اور انہوں نے سمجھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے بھی یہی ہوگی، پھر وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں حقیقت حال سے آگاہ کرنے کے بعد، ان سے معذرت کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی معذرت قبول کرتے ہوئے ان سے درگزر کیا، اور ایام حرب میں شادی کرنے پر عرب کی ناپسندیدگی کی وجہ سے ان کی سرزنش کی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ جب باہر تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ام شملہ کے بیٹے! ادھر آؤ بتاؤ کیا بات ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چل گیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے راضی ہو گئے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے ان سے کوئی بات نہ کی۔

مالک بن نویرہ کا بھائی متمم بن نویرہ اپنے بھائی کے قتل اور اپنے قیدی واپس لینے کا مطالبہ کرنے کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قیدی واپس کرنے کا حکم دیا اور مالک کی دیت بیت المال سے ادا کر دی، البتہ مؤرخ ولیم مور نے اپنی کتاب ''الخلافۃ'' طبع ۱۹۲۴ء ص ۲۶ پر لکھا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قیدی واپس کرنے کا حکم دیا لیکن مالک کی دیت دینے سے انکار کر دیا، اس نے اس مصدر کی طرف اشارہ نہیں کیا جس

سے ثابت ہوتا ہو کہ انہوں نے انکار کیا، ویسے بھی یہ چیز تاریخ طبری، کامل لابن اثیر اور اسد الغابہ کی روایت وعبارت کے خلاف ہے، ان مراجع میں مرقوم ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قیدی واپس کرنے اور مالک کی دیت ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔ مالک بن نویرہ کی بیوی نہایت خوبصورت تھی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس سے بہت محبت کرتے تھے، اس لیے انہوں نے اس کے خاوند مالک کو قتل کر دیا تاکہ اس کی بیوی سے شادی کر لے جبکہ اس نے اسلام بھی قبول کر لیا تھا، جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مالک کو قتل کرنے کا حکم دیا تو مالک نے کہا: میں اپنی بیوی کی وجہ سے قتل ہو رہا ہوں، اس بات نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر سخت ناراض کر دیا اور وہ اسے زانی سمجھتے ہوئے اسے رجم کرنا چاہتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مالک بن نویرہ کی بیوی سے شادی کے بارے میں ابونمیر سعدی نے کہا:

ألا قل لحي أو طئوا بالسنابك

تطاول هذا الليل من بعد مالك

''خبردار کم ہی لڑائیاں ہیں جنہوں نے اپنے کھروں سے روندا ہو۔ مالک (بن نویرہ) آپ کے بعد یہ رات طویل ہو جائے گی۔''

قضى خالد بغياً عليه بعرسه

وكان هوى فيها له قبل ذلك

''خالد نے شادی کر کے اس پر زیادتی کی کیونکہ وہ پہلے ہی اس سے شادی کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔''

فأمضى هواه خالد غير عاطف

عنان الهوى عنها ولا متمالك

''خالد نے اپنی ظالمانہ خواہش کو پورا کیا۔ اس نے اپنی خواہش کی لگام آزاد چھوڑ دی۔''

فاصبح ذا أهل وأصبح مالك

إلى غير أهل هالكاً في الهواك

''یہ تو گھر والا بن گیا، جبکہ مالک اہل سے محروم ہو کر ہلاکت سے دوچار ہو گیا''

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے مالک کے اسلام کی گواہی دی، حضرت ابوقتادہ بن حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ بنوسلمہ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر رکھا تھا کہ وہ آئندہ کبھی بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی جنگ میں شریک نہیں ہوں گے، وہ بیان کیا کرتے تھے کہ انہوں نے اس قوم کو گھیر لیا تو وہ رات کی وجہ سے حملہ آوروں سے خائف ہوئے اور انہوں نے ہتھیار اٹھا لئے۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہم مسلمان ہیں، انہوں نے کہا: ہم بھی مسلمان ہیں۔ ہم نے کہا تو پھر تمہارے پاس اسلحے کا کیا مقصد؟ انہوں نے کہا: تمہارے پاس اسلحے کا کیا مقصد؟ ہم نے کہا: اگر تم اپنے دعویٰ کے مطابق سچے ہو تو پھر ہتھیار پھینک دو۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے، پھر ہم نے نماز پڑھی، انہوں نے بھی نماز پڑھی جبکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مالک بن نویرہ کے قتل کے بارے میں عذر پیش کرتے تھے کہ اس نے بار بار یہی بات کہی، میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے صاحب نے تمہیں یہ کہا ہو گا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مالک سے کہا کیا تم انہیں اپنا صاحب نہیں سمجھتے؟ پھر انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا اور اس کے ساتھیوں کا سر قلم کر دیا۔ [1]

---

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۲۷۳؛ البدایہ والنہایہ: ۶/ ۳۲۲۔

معرکہ یمامہ (۱۱ ہجری بمطابق ۶۳۳ء)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسیلمہ کے مرتد ساتھیوں سے یمامہ میں برسرِ پیکار تھے۔ یمامہ، جزیرہ نما عرب کے تقریباً وسط میں تھوڑا سا مشرق کی طرف بنوحنیفہ کا مسکن ہے، اس کے مشرق میں بحرین کے باشندے اور بنوتمیم آباد ہیں، مغرب میں یمن وحجاز کا علاقہ ہے، جنوب میں نجران اور شمال میں سرزمین نجد ہے۔ یمامہ کی لمبائی بیس مرحلوں کی مسافت کے برابر ہے، یہ مکہ سے چار ایام کی مسافت پر ہے یہ علاقہ کھجوروں کے باغات و زراعت پر مشتمل ہے۔

مسیلمہ کا لشکر چار لاکھ جنگجو افراد پر مشتمل تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔

مسیلمہ چھوٹے قد کا بدشکل آدمی تھا۔ اسے طاقت پر گھمنڈ تھا یہی گھمنڈ اسے سرداری کے حصول پر ابھارتا تھا، وہ بنوحنیفہ کے وفد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تھا۔ بعد میں وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ نبوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہے۔ بنو حنیفہ نے اس کی اتباع کی۔ مسیلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خط لکھا جس میں اس نے ذکر کیا کہ وہ نبوت میں آپ کا شریک ہے، اس نے دو قاصدوں کے ذریعے آپ تک خط پہنچایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا ہمارا بھی وہی خیال ہے جو مسیلمہ کا ہے۔ آپ نے انہیں فرمایا: "اگر قاصدوں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔" مسیلمہ کے خط کی عبارت درج ذیل ہے:

"اللہ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے، اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔

امابعد! مجھے آپ کے ساتھ امر (دین) میں شریک کیا گیا ہے، آدھی زمین و ملک کے ہم مالک ہیں اور آدھی کے قریش مالک ہیں، لیکن قریش ایسی قوم ہیں جو حد سے تجاوز کرتی ہے۔" ❶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف خط لکھا:

---

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۲۰۳؛ البدایہ والنہایہ: ۵/ ۵۱؛ البدء والتاریخ: ۵/ ۱۶۱۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف۔ اما بعد! سلام اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔ یقیناً تمام زمین اللہ کی ملکیت ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے، جبکہ آخرت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کیلئے ہے۔'' [1]

جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کی طرف لشکر روانہ کئے تو انہوں نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو ایک دستے کے ساتھ مسیلمہ کی طرف بھیجا اور ان کے پیچھے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ گئے، عکرمہ رضی اللہ عنہ نے جلد بازی سے کام لیا اور وہ ناکام ہو گئے، جب حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو وہ راستے میں رک گئے، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب لکھا:

''اس حال میں تم مجھے اپنی صورت مت دکھانا اور نہ مدینہ واپس آنا کیونکہ اس سے اہل مدینہ میں بددلی پھیل جائے گی تم سیدھے حذیفہ اور عرفجہ کی طرف جاؤ اور ان سے مل کر اہل عمان اور مہرہ سے قتال کرو۔ پھر تم اپنے لشکر سمیت سفر جاری رکھو۔ لوگوں کو رخصت نہ دو حتیٰ کہ تم انہیں لے کر یمن اور حضرموت میں مہاجر بن ابی امیہ سے جا ملو۔'' [2]

اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا کہ وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں، اور جب تم دونوں مسیلمہ سے فارغ ہو جاؤ تو تم عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مل جانا اور قضاعہ کے خلاف اس کی مدد کرنا۔

جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بطاح سے لوٹ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے (مالک بن نویرہ) کے مسئلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے معذرت کی جسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبول کر لیا اور ان کے ساتھ مہاجرین و انصار کو لڑائی کیلئے تیار کیا۔ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کو انصار پر اور ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ اور زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو مہاجرین پر امیر مقرر

---

[1] تاریخ طبری:۲/ ۲۰۴؛ البدایہ والنہایہ:۵/ ۵۱؛البدء والتاریخ:۵/ ۱۶۱؛تاریخ یعقوبی:۲/ ۱۳۰۔ [2] تاریخ طبری: ۲۰۸۴۲؛ البدایہ والنہایہ:۵/ ۵۱؛البدء والتاریخ:۵/ ۱۶۱۔

کیا، ادھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بطاح پہنچ کر اپنی طرف پہنچنے والی کمک کا انتظار کرنے لگے، جب وہ ان کے پاس پہنچ گئے تو وہ اپنا لشکر لے کر دشمن کی سرکوبی کے لئے یمامہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مسیلمہ، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچ گیا تو اس نے اپنی فوج کو عقربا کے مقام پر رکنے کا حکم دیا۔ لوگ اس کے پاس آئے اور مجاعہ بن مرارہ بھی اپنا فوجی دستہ لے کر نکلا، یہ مسلمانوں سے لڑنے کیلئے نہیں بلکہ بنو عامر سے اپنا بدلہ لینے کے لئے نکلا تھا۔ مسلمانوں نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ لیا اور خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کر دیا۔ گرفتار کرنے والوں نے مجاعہ بن مرارہ کو اس لئے قتل نہ کیا کہ بنو حنیفہ اس کی بہت عزت کرتے تھے۔ مجاعہ بن مرارہ کے ساتھیوں کی تعداد چالیس اور ساٹھ کے درمیان تھی مسیلمہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ اپنے پیچھے بہت سامال چھوڑ کر فرار ہو گیا۔

اگلے روز عقربا کے میدان میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا، شرحبیل بن مسیلمہ نے کہا: اے بنو حنیفہ! لڑو، پس بے شک آج کا دن غیرت کا دن ہے، کیونکہ اگر تم شکست کھا گئے تو تمہاری عورتیں لونڈیاں بنالی جائیں گی اور ان سے نکاح کے بغیر تمتع کیا جائے گا لہٰذا آج تم اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے جوانمردی کا مظاہرہ کرو اور عقربا کے میدان میں قتال کرو۔ ❶

مہاجرین کا جھنڈا ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، اور یہ پرچم پہلے حضرت عبداللہ بن حفص بن غانم کے پاس تھا اسے قتل کر دیا گیا تو مہاجرین نے سالم رضی اللہ عنہ سے کہا ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں آپ بھی شہید نہ ہو جائیں۔ انہوں نے کہا اگر اس خوف سے میں پرچم چھوڑ دوں تو میں قرآن کا برا حامل بنوں گا۔ ❷

انصار کا جھنڈا حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، سب سے پہلے مسلمانوں کا سامنا رجال بن عنفوۃ سے ہوا، حضرت زید بن خطاب نے اسے قتل کر دیا اس کے ساتھ ہی لڑائی شدت اختیار کر گئی، مسلمانوں نے ایسی لڑائی پہلے کبھی نہیں لڑی تھی اس لڑائی میں مسلمان شکست کھا گئے اور بنو حنیفہ، مجاعہ اور خالد رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے، حضرت

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۲۷۸؛ البدایه والنهایه:٦/ ۳۲٤۔

❷ البدایه والنهایه:٦/ ۲۳۷؛ الطبقات الکبری:۳/ ۳۷۷؛الاصابه:۳/ ۱۵۔

خالد رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ سے ہٹ گئے اور وہ مجاعہ کی طرف بڑھے۔ وہ اس وقت خالد رضی اللہ عنہ کی بیوی کے پاس پہرہ دے رہا تھا، بنو حنیفہ نے اسے قتل کرنا چاہا تو مجاعہ نے انہیں قتل کرنے سے منع کر دیا اور کہا: میں اس کا ہمسایہ ہوں۔ انہوں نے اسے چھوڑ کر یہ کہنا شروع کر دیا، تم مردوں سے لڑو انہوں نے قناتوں کو کاٹ ڈالا اور وہ ایک دوسرے کو قتال پر ابھارتے ہوئے کہنے لگے، کہاں بھاگ رہے ہو جم کر لڑو۔ خطرات کے سایے مسلمانوں پر چھا گئے ہیں۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا خطاب:

"مسلمانوں کی جماعت! تم نے بہت بری عادت اختیار کر لی ہے، اے اللہ! یہ لوگ یعنی اہل یمامہ جو کر رہے ہیں میں اس سے تیرے حضور برأت کا اظہار کرتا ہوں اور جو کچھ یہ لوگ یعنی مسلمان کر رہے ہیں، میں تیرے حضور معذرت کرتا ہوں، پھر وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔"

حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کا خطاب:

"کوچ کرنے کے بعد پھر توقف نہیں، اللہ کی قسم! میں آج اس وقت تک بات نہیں کروں گا جب تک ہم انہیں شکست سے دوچار نہ کر دیں، یا میں شہید کر دیا جاؤں اور اللہ تعالیٰ سے اپنا واقعہ نہ بیان کر دوں، اپنی نظریں نیچی رکھو۔ اے لوگو! اپنی داڑھوں پر کاٹو یعنی خوب غصے کے عالم میں اپنے دشمن پر وار کرو اور آگے بڑھتے چلو۔"

حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کا خطاب:

"حاملین قرآن! قرآن کو اچھے کارناموں سے زینت بخشو۔"

ان پرجوش کلمات کا اسلامی سپاہ کے دلوں پر اثر ہوا، اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے زوردار حملہ کر کے انہیں بہت دور تک دھکیل دیا پھر دشمن سے خون ریز لڑائی ہوئی، اس روز جنگ میں کبھی مسلمانوں کا پلہ بھاری ہوتا اور کبھی بنو حنیفہ پیش قدمی کرتے، اس روز حضرت سالم رضی اللہ عنہ، ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ، زید بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ بہت کبار

مسلمان شہید کر دیئے گئے۔

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی حالت دیکھی تو انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ تمام مسلمان علیحدہ علیحدہ صف بستہ ہو کر لڑیں تا کہ ہر قبیلے کی جوانمردی اور کارگزاری نمایاں ہو اور یہ معلوم ہو سکے کہ کس طرف سے مسلمانوں پر سخت یورش ہوتی ہے۔ ❶

اس تجویز کے بعد دیہاتی اور شہری مسلمان الگ الگ ہو گئے جب وہ الگ الگ ہو گئے تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: آج فرار ہونے سے حیا آتی ہے، اور آج کی شکست بہت بری شکست ہو گی۔ اس طرح تمام مسلمان بہادری سے لڑے کسی کو کسی پر ترجیح نہ رہی، البتہ مہاجرین و انصار اور مدینہ کی مضافاتی بستیوں کے مکینوں کے شہدا کی تعداد دیہاتی شہدا سے زیادہ تھی۔

مسیلمہ اپنی جگہ جما رہا، لڑائی کا زور اسی کے اردگرد رہا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے محسوس کر لیا کہ یہ صورت حال تبھی بہتر ہو گی جب مسیلمہ کو قتل کر دیا جائے گا، چنانچہ انہوں نے مسیلمہ کے لشکر پر ہلہ بول دیا اور مقابلے کے لیے للکارا اور مسلمانوں کو شعار اسلامی کے ذریعے بلانے لگے۔ اس دن مسلمانوں نے "یا محمداہ" کا شعار استعمال کیا چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جو آتا وہ اسے قتل کر دیتے بالآخر انہوں نے مسیلمہ پر ہلہ بول دیا تو وہ اپنے ساتھیوں سمیت فرار ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو آواز دی کہ کسی کو بھاگنے نہیں دینا مسلمانوں نے مل کر مرتدین پر حملہ کر دیا اس طرح مرتدین کو زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

محکم بن طفیل کا قتل

محکم بن طفیل مرتدین کی جماعت بنو حنیفہ کے مشہور کمانڈروں میں سے ایک کمانڈر تھا وہ بنو حنیفہ کو چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ باغ کا رخ کرو، باغ کا رخ کرو۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اسے تیر مارا جو اس کے سینے میں پیوست ہو گیا اسی ایک تیر نے اس کا کام تمام کر دیا۔ باغ میں پناہ لینے والوں میں مسیلمہ بھی شامل تھا۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ

❶ تاریخ الطبری: ۲/ ۲۸۱؛ تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۱۰۸۔

نے کہا: مسلمانوں کی جماعت! ان پر حملہ کرنے کے لیے مجھے باغ کی دیوار پر چڑھا دو تا کہ میں باغ کے اندر کود سکوں۔ مسلمانوں نے ان کے متعلق خوف کا اظہار کرتے ہوئے کچھ تردد کیا۔ پھر انہوں نے اسے اٹھایا اور باغ کی دیوار پر چڑھا دیا۔ انہوں نے باغ کی دیوار سے باغ کا جائزہ لیا اور پھر اس میں کود گئے اور باغ کے دروازے پر ان سے قتال کر کے باغ کے بند دروازے کو مسلمانوں کے لیے کھول دیا۔

مسیلمہ کا قتل

مسلمان تباہی پھیلا دینے والے سیلاب کی طرح اس کی طرف بڑھے اور سب کے سب اس میں داخل ہو گئے انہوں نے داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا اور چابی باہر پھینک دی تا کہ کوئی باہر نہ جا سکے، پھر خوب لڑائی ہوئی حتیٰ کہ مسیلمہ کو قتل کر دیا گیا۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام وحشی اور ایک انصاری صحابی نے اسے قتل کیا، اور یہ وحشی وہی ہے جس نے (غزوۂ احد میں) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا، جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ پھر اس (مسیلمہ) کے قتل ہو جانے پر بنو حنیفہ شکست خوردہ ہو کر واپس بھاگ گئے، لیکن ان پر ہر طرف سے تلوار چلنے لگی حتیٰ کہ ان کا آخری فرد تک قتل کر دیا گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کے قتل کی خبر دی گئی تو وہ مجاعہ کو ساتھ لے کر آئے تا کہ اسے مسیلمہ کے بارے میں بتایا جائے، وہ مقتولین کو دیکھتے دیکھتے مسیلمہ تک پہنچ گئے تو مجاعہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: تم نے چند جلد باز لوگوں کا صفایا کیا ہے جبکہ صاحب وقار لوگ تو ابھی تک قلعوں میں محفوظ ہیں، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: تیری تباہی ہو، یہ کیا بکتے ہو؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ تم آؤ میں اپنی قوم سے تمہاری صلح کرا دیتا ہوں، ادھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو لڑائی نے تھکا دیا تھا اور ان کے سرکردہ ساتھی بھی شہید ہو چکے تھے، انہوں نے نرمی کا مظاہرہ کیا اور صلح کو پسند کیا، پھر مجاعہ نے کہا: میں ان کے پاس جاتا ہوں، ان سے مشورہ کرتا ہوں اور اس پر ہم اس معاملے کا جائزہ لیں گے، پھر میں آپ کے پاس آؤں گا۔ جب وہ قلعوں میں گیا تو اس وقت وہاں صرف عورتیں، بچے، بوڑھے اور کمزور لوگ تھے، اس نے عورتوں کو زرہیں پہنا دیں اور ان سے کہا کہ میری واپسی تک تم قلعہ کی فصیل پر

چڑھ کر اپنا شعار جنگ برابر بلند کرتی رہو۔ یہ انتظام کر کے وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ جس شرط پر میں نے تم سے صلح کر لی تھی وہ قلعے والوں کیلئے قابل قبول نہیں، میں اس پر صلح نہیں کرا سکتا، انہوں نے مجھ پر کچھ الزامات بھی لگائے ہیں اور انہوں نے مجھ سے لا تعلقی کا اظہار بھی کر دیا ہے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قلعوں کی چوٹیوں پر دیکھا تو وہ بظاہر سیاہ سے سیاہ تھی۔ مجاعہ نے کہا: اگر تم چاہو تو میں کوشش کر کے اپنی قوم کو راضی کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا: وہ کیسے؟ اس نے کہا: تم مجھ سے چوتھائی قیدی لے لو اور بقیہ چھوڑ دو، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تیار ہوں، اس نے کہا: میں نے معاہدہ صلح کر لیا۔ ❶

جب وہ معاہدے پر دستخط کر چکے تو قلعے کے دروازے کھولے گئے تو وہاں صرف عورتیں، بچے اور بوڑھے تھے، یہ منظر دیکھ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مجاعہ سے کہا: تیری تباہی ہو! تو نے فریب سے کام لیا ہے، اس نے کہا: میں اپنی قوم کے لیے یہی کچھ کر سکتا تھا جو میں نے کیا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سونے، چاندی، اسلحے اور نصف قیدیوں پر اس سے صلح کی۔ جب یہ صلح پیش کی گئی تو بنو حنیفہ کے کچھ لوگوں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی، سلمہ بن عمیر حنفی بھی انہی میں سے تھا، اس نے کہا ہم دیہاتوں اور غلاموں کی جماعت کو اپنے ساتھ ملا کر لڑائی لڑیں گے، ان شرائط پر صلح نہیں کریں گے، لیکن مجاعہ نے صلح پر اصرار کیا، چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ تحریر کیا، اس صلح نامہ کی عبارت درج ذیل ہے:

> "یہ وہ معاہدہ ہے جس پر خالد بن ولید نے مجاعہ بن مرارہ، سلمہ بن عمیر اور فلاں فلاں اشخاص سے صلح کی ہے، جس قدر سونا اور چاندی ہوگا وہ سب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دے دیا جائے گا، نصف قیدی، اسلحہ، زمین کا ٹھیکہ اور ہر گاؤں سے ایک ایک باغ اور ایک ایک مزارعہ بھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا جائے گا۔ علاقہ اور دیگر چیزیں ان کے پاس رہنے دی جائیں گی بشرطیکہ وہ دوبارہ اسلام قبول کر لیں اس کے بعد

❶ تاریخ طبری:۲/ ۲۸۳؛ تاریخ خلیفہ بن خیاط:ص ۱۰۸۔

انہیں امان اور آزادی ہے۔ ان شرائط کے ایفا کیلئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر خلیفہ رسول رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کی طرف ذمہ داری کا اقرار کیا۔'' ❶

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے خط موصول ہوا کہ ان کے ہر بالغ شخص کو قتل کر دیا جائے، لیکن یہ خط تاخیر سے پہنچا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان سے اس سے قبل ہی معاہدہ کر چکے تھے، اس لیے انہوں نے وفا کی اور عہد شکنی و بے وفائی نہ کی، سلمہ بن سلامہ بن وقش نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خط پہنچایا۔ بنو حنیفہ خالد رضی اللہ عنہ کے پاس بیعت اور اپنے سابقہ کردار سے برأت کے لیے جمع ہوئے۔ خالد رضی اللہ عنہ اس وقت اپنے لشکر میں تشریف فرما تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی کوشش

جب بنو حنیفہ بیعت کے لیے اکٹھے ہو گئے تو سلمہ بن عمیر نے مجاعہ سے کہا: مجھے خالد رضی اللہ عنہ سے اجازت لے دو میں ان سے ان کی بھلائی کی ایک بات کرنا چاہتا ہوں، وہ اس بہانے خالد رضی اللہ عنہ پر حملہ کر کے ان کا کام تمام کر دینا چاہتا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی، چنانچہ سلمہ بن عمیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے ارادے سے تلوار بغل میں چھپا کر اندر داخل ہوا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کون آ رہا ہے؟ مجاعہ نے کہا: یہ وہی ہے جس کے بارے میں میں نے آپ سے سفارش کی تھی اور آپ نے اسے اجازت دے دی ہے۔ انہوں نے کہا: اسے یہاں سے نکال دو لوگوں نے اسے باہر نکال کر اس کی تلاشی لی تو اس سے تلوار برآمد ہوئی، اس کے ساتھیوں نے اس پر لعن طعن اور سب وشتم کیا اور اسے گرفتار کر لیا اور کہا: تو اپنی قوم کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ اللہ کی قسم! تو تو بنی حنیفہ کو ختم کر دینا چاہتا ہے، نیز بچوں اور عورتوں کو قیدی بنوانا چاہتا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر خالد رضی اللہ عنہ کو پتہ چل جاتا کہ تو اس کے خلاف اسلحہ لے کر آیا ہے تو وہ تجھے قتل کر دیتا۔ اب بھی اندیشہ ہے کہ اگر اسے تیری اس حرکت کی اطلاع ہو گئی تو وہ تمام مردوں کو قتل کرا دے گا اور عورتوں کو لونڈیاں بنا لے گا اور یہ سب کچھ تیرے کرتوت کی وجہ سے ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے

---

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۲۸٤۔

گرفتار کر کے قلعہ میں قید کر دیا اور تمام بنو حنیفہ اپنے سابقہ کردار سے برأت اور تجدید اسلام کیلئے جمع ہو گئے۔

سلمہ بن عمیر کی خود کشی

سلمہ نے ان سے اس بات پر معاہدہ کرنے کی کوشش کی کہ آئندہ اس سے ایسی کوئی حرکت سرزد نہیں ہوگی لہٰذا وہ اسے چھوڑ دیں، مگر بنو حنیفہ نے اس کی درخواست مسترد کر دی اور اس کی حماقت کی وجہ سے اس کی طرف سے کسی عہد و پیمان کا اعتماد نہ کیا۔ چنانچہ اس نے رات کی تاریکی میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیام گاہ کا قصد کیا، لیکن پہرہ داروں نے اسے شناخت کر لیا اور وہ چلائے، بنو حنیفہ گھبرا کر اٹھے اور اسے قلعے کی کسی فصیل میں جا لیا اس نے ان پر اپنی تلوار سے حملہ کر دیا، لیکن انہوں نے اسے پتھروں سے مار مار کر ایک کونے میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا، اس نے اسی وقت اپنی تلوار سے اپنی شہ رگ کاٹ لی۔ [1]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا دوسری مرتبہ شادی کرنا

مالک بن نویرہ کے واقعہ میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کو قتل کرنے کے بعد اس کی بیوی ام تمیم سے شادی کر لی تھی جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں طلب کر کے انہیں سخت سست کہا تھا، لیکن اس مرتبہ پھر انہوں نے مجاعہ کی بیٹی سے شادی کرنے کا ارادہ کیا اور اس بارے میں اس سے بات چیت کی تو اس نے کہا: صبر کرو، تم اپنے ساتھ مجھے بھی اپنے ساتھی (ابوبکر) کے ہاں مرواؤ گے۔ انہوں نے جواب دیا: ارے! میرے ساتھ شادی کر دو، اس پر اس نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے سخت لہجہ میں انہیں خط لکھا۔ اس خط کی عبارت درج ذیل ہے:

> ”اے ام خالد کے بیٹے! تیرے پاس شادیاں کرنے کے لیے بہت فراغت ہے جبکہ تیرے آنگن میں بارہ سو مسلمانوں کا خون ہے جو ابھی تک خشک نہیں ہوا۔“

---

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۲۸٤۔

جب خالد رضی اللہ عنہ نے یہ خط دیکھا تو کہنے لگے: یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی کارروائی ہے۔

پھر بنو حنیفہ کا ایک وفد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انہیں مسیلمہ کے بارے میں پوری تفصیل بتائی ، انہوں نے ان سے مسیلمہ کے مقفع و مسجع کلام کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اس میں سے کچھ حصہ انہیں سنایا، اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، تم پر افسوس ہے یہ تو ایسا کلام ہے کہ اس جیسا کلام آج تک نہ تو اللہ نے کیا اور نہ کسی رسول نے کیا ہے۔ وہ تمہیں بہکا کر کہاں لے گیا تھا؟

بنو حنیفہ کا نقصان

عقربا کے مقام پر سات ہزار، باغ میں (جہاں مسیلمہ قتل ہوا تھا) سات ہزار اور تقریباً اتنے ہی تلاش میں مارے گئے، اور مرتدین کا معرکہ عقربا سب سے بڑا معرکہ تھا۔

مسلمانوں کا نقصان

مدینہ کے مہاجرین وانصار میں سے تین سو ساٹھ افراد شہید ہوئے اور دیگر علاقوں کے مہاجرین تین سو یا اس سے زائد شہید ہوئے جبکہ بہت سے مسلمان زخمی بھی ہوئے۔ [1]

یمامہ کے مشہور شہدا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ابوحبہ بن غزیہ انصاری، ابودجانہ انصاری، ابوعقیل بلوی، ابوقیس بن حارث بن قیس بن عدی سہمی، جنادہ بن عبداللہ مطلبی قرشی، زرارہ بن قیس انصاری، سائب بن عثمان بن مظعون جمحی، زبیر بن عوام کے بھائی سائب بن عوام، سعد بن جماز انصاری، سلمہ بن مسعود بن سنان انصاری، شجاع بن وہب اسدی، صفوان بن عمرو، ضرار بن ازور اسدی، طفیل بن عمرو دوسی، عامر بن ثابت بن سلمہ انصاری، عائذ بن ماعص انصاری، عباد بن بشر انصاری، عباد بن حارث انصاری، عبداللہ بن حارث بن قیس بن عدی سہمی، عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول۔ عبداللہ بن عتیک انصاری، عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزی عامری، علی بن عبیداللہ بن حارث، عمارہ بن حزم انصاری، عمیر بن اوس بن عتیک انصاری، فروہ بن نعمان، قیس بن

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۲۸٤، ۲۸۵۔

حارث بن عدی انصاری، مالک بن امیہ سلمی، مالک بن عمرو سلمی، مالک بن اوس بن عتیک انصاری، مسعود بن سنان الاسود، معن بن عدی بن جد بلوی، نعمان بن عصر بن ربیع بلوی، ہریم بن عبداللہ مطلبی قرشی، ورقہ بن ایاس بن عمرو انصاری، ولید بن عبدشمس بن مغیرہ مخزومی (خالد کے چچازاد) یزید بن اوس اور زید بن ثابت کے بھائی یزید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔

مسیلمہ کا قافیہ بند کلام

مسیلمہ اپنے دعویٔ نبوت کے باوجود اپنی قوم سے اچھا سلوک کرتا اور ان کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آتا تھا تاکہ اس کی قوم اس کے آس پاس جمع رہے، اس سے مانوس رہے اور اس کے اتباع و انصار کی تعداد میں اضافہ ہو، اس معاملے میں نہار الرحال بن عنفوۃ نے اس کی مدد کی، جس نے نبی ﷺ کی طرف ہجرت کی تھی، قرآن پڑھا، دین میں سمجھ بوجھ حاصل کی پھر آپ ﷺ نے اسے اہل یمامہ کے لیے معلم بنا کر بھیجا تاکہ وہ مسیلمہ کے دعویٰ کی تردید کرے، لیکن کچھ ہی دیر بعد وہ مسیلمہ کے ساتھ جا ملا اور ظاہری طور پر اس کی تصدیق کر دی۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ بنو حنیفہ کے لیے یہ مسیلمہ سے بھی بڑا فتنہ تھا، اور یہ وہی ہے جس نے یہ کہا تھا کہ محمد ﷺ نے مسیلمہ کی حق میں گواہی دی تھی کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ مسیلمہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پہلے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، البتہ پروفیسر مرجولیث کا گمان ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، لیکن اس گمان میں وہ اکیلے ہیں، تاریخی ذخیرے میں ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی جس سے اس کے گمان کو تقویت ملتی ہو۔ معلوم نہیں کہ اس نے یہ بات بلا دلیل کیونکر لکھ دی؟ ظاہری طور پر اس کا سبب یہی نظر آتا ہے کہ اس نے محض تعصب و عناد کی وجہ سے یہ من گھڑت بات تحریر کی ہے تاکہ سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے والے قاری کے ذہن میں یہ شکوک وشبہات پیدا ہوں کہ رحمت عالم ﷺ نے نبوت کا اعلان مسیلمہ کے نقش قدم پر چلنے کیلئے اس کی تقلید میں کیا تھا۔ حالانکہ وہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ مسیلمہ کذاب ہے، اور یہ کہ وہ بادشاہت کا حریص ہے، وہ اسی لیے بنو حنیفہ کے وفد کے ساتھ نبی ﷺ کے پاس آیا تھا اور اس نے آپ سے سوال کیا تھا کہ آپ ﷺ اسے اپنے ساتھ نبوت میں

شریک بنالیں لیکن آپ نے انکار کردیا تو اس نے اپنی قوم کے سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے قرآن کی مثل بنانے کی کوشش کی اور اس نے نہایت نامعقول کلام پیش کیا۔

ذیل میں ہم اس کا وہ مسجع کلام نقل کرتے ہیں جو ہمیں سردست دستیاب ہوا ہے تاکہ قاری کو نبوت کے جھوٹے دعویدار کی عقل اور اس کے مبلغ علم کا پتہ چل سکے۔

(۱) وَاللَّيْلِ الدَّامِسِ، وَالذِّئْبِ الْهَامِسِ، مَا قَطَعَتْ أَسَيِّد مِنْ رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ۔ ❶

''انتہائی تاریک رات، زور آور بھیڑیا کی قسم (بنی) اسید نے ہر رطب ویابس کو برباد نہیں کیا۔''

(۲) وَاللَّيْلِ الْاَطْحَمِ، وَالذِّئْبِ الْاَدْلَمِ، وَالْجَزعِ الْاَزْلَمِ، مَا انْتَهَكَتْ أَسَيِّدُ مِنْ مَحْرَمٍ۔

''انتہائی تاریک رات، سیاہ ترین بھیڑیئے اور کان کٹے اونٹ کی قسم، (بنی) اسید نے قانون حرم کی خلاف ورزی نہیں کی۔''

(۳) إِنَّ بَنِى تَمِيْمٍ قَوْمٌ طُهْرٌ لَقَاحٌ لَا مَكْرُوْهٌ عَلَيْهِمْ وَلَا إِتَاوَةٌ، نُجَاوِرُهُمْ مَا حَيِيْنَا بِإِحْسَانٍ، نَمْنَعُهُمْ مِنْ كُلِّ اِنْسَانٍ، فَاِذَا مِتْنَا فَأَمْرُهُمْ إِلَى الرَّحْمَانِ۔

''بنوتمیم ایک پاکیزہ جوانمرد قوم ہے ان میں کوئی برائی یا تساہل نہیں جب تک ہم زندہ رہیں گے ہم ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں گے اور ہر انسان سے ان کا دفاع کریں گے اور جب ہم مرجائیں گے تو ان کا معاملہ پھر رحمان کے سپرد ہے۔''

(٤) وَالشَّاءِ وَأَلْوَانِهَا، وَأَعْجَبُهَا السُّوْدُ وَأَلْبَانُهَا، وَالشَّاةُ السَّوْدَاءُ وَاللَّبَنُ الْاَبْيَضُ، إِنَّهُ لَعَجَبٌ مَحْضٌ، وَقَدْ حُرِّمَ الْمَذْقُ فَمَا لَكُمْ لَا تَمْجَعُوْنَ۔

''قسم ہے بکریوں اور ان کے رنگوں کی۔ سب سے تعجب انگیز اس کا سیاہ رنگ

❶ سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۹٦؛ تاریخ طبری: ۲/ ۲۷٦۔

اور اس کا دودھ ہے، سیاہ بکری سفید دودھ یہ کس قدر عجیب بات ہے؟ دودھ میں پانی ملانا حرام قرار دیا گیا ہے تمہیں کیا ہے کہ تم دودھ اور کھجور کا حلوہ کیوں نہیں کھاتے۔''

(۵) يَا ضِفْدَعَ ابْنَةِ ضِفْدَعَيْنِ ، نِقِّيْ مَا تُنَقِّيْنَ أَعْلَاكِ فِي الْمَاءِ وَأَسْفَلَكِ فِي الطِّيْنِ، لَا الشَّارِبَ تَمْنَعِيْنَ وَلَا الْمَاءَ تُكَدِّرِيْنَ۔
''مینڈک، دو مینڈکوں کی بیٹی! تو کس قدر پاک صاف ہے تیرا بالائی حصہ پانی میں ہے اور زیریں حصہ مٹی میں ہے، تم نہ کسی پینے والے کو منع کرتی ہو اور نہ پانی گدلا کرتی ہو۔''

(٦) وَالْمُبَذِّرَاتِ زَرْعاً ، وَالْحَاصِدَاتِ حَصْداً، وَالذَّارِيَاتِ قَمْحاً، وَالطَّاحِنَاتِ طَحْناً، وَالْخَابِزَاتِ خُبْزاً، وَالثَّارِدَاتِ ثَرْداً، وَاللَّاقِمَاتِ لقماً، إهَالَةً و سمناً، لَقَدْ فُضِّلْتُمْ عَلَى أَهْلِ الْوَبَرِ، وَمَا سَبَقَكُمْ أَهْلُ الْمَدَرِ، رَفِيْقُكُمْ فَامْنَعُوْهُ، وَالباغي فَنَاوِئُوْهُ۔ ❶
''قسم ہے کھیت میں بیج ڈالنے والوں، فصل کاٹ کر دانہ نکالنے والوں کی، چکی میں آٹا پیسنے والیوں کی، روٹی پکا کر انہیں ثرید بنانے والیوں کی، پھر لقمے بنا کر کھانے والیوں کی جو چربی اور مکھن سے کھاتی ہیں، تمہیں اونٹوں والے دیہاتیوں پر فضیلت دی گئی ہے اور شہری لوگ بھی تم سے کسی بات میں آگے نہیں، اپنے علاقوں کی حفاظت کرو اور بغاوت کرنے والوں سے دشمنی رکھو۔''

مسیلمہ کی چند نحوستیں

جب مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے اپنے دعویٰ کی تصدیق میں اپنی قوم کو صرف قافیہ بند کلام سنانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ تو انہیں نبوت کے معجزات دکھانے کا دعویٰ بھی کرنے لگا جس نے عرب کے دانش مندوں کو حیران کر دیا۔ وہ اپنی حاجت و ضرورت کے وقت اس سے معاونت طلب کرنے کے لیے اس کے پاس آتے تا کہ دیگر

❶ المنتظم: ٤/ ٢١۔

انبیا علیہم السلام کی طرح اس سے بھی معجزات کے ظہور پر اس کی قدرت کا مشاہدہ کرسکیں، ایسا کرنے سے وہ قاصر تھا، لیکن اسے اندیشہ تھا کہ اگر اس نے ان کا مطالبہ تسلیم نہ کیا تو وہ اسے جھوٹا خیال کریں گے، اس کا مذاق اڑائیں گے اور اس سے الگ ہو جائیں گے۔ اس نے اپنے بعض شعبدے ظاہر کرنے کی کوشش کی، حالانکہ وہ ان میں سے کسی میں بھی کامیاب نہ ہوسکا، اس کی تباہی ہو۔ وہ صرف ناکام ہی نہیں ہوا بلکہ اس کے شعبدے مطلوب ومقصود کے برعکس ثابت ہوئے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے رسوائی وناکامی تھی تاکہ لوگوں پر اس کا جھوٹا ہونا اور اس کے متبعین کے لیے اس کی نحوست ظاہر ہو جائے۔

ابن الہیثم اور مسیلمہ کذاب

ایک عورت اس کے پاس آئی تو اس نے کہا: ہمارے کھجور کے درخت لمبے ہو گئے ہیں اور ہمارے کنویں خشک ہو گئے ہیں، آپ ہمارے کھجور کے درختوں اور ہمارے کنووں کے بارے میں اللہ سے دعا کرو، جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یزمان کے لیے دعا کی تھی، اس نے نہار سے اس بارے میں تفصیل دریافت کی تو اس نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کنووں کا پانی لیا، اس سے کلی کی اور اسے کنووں میں ڈال دیا اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی جس کی وجہ سے پانی کی سطح بلند ہوگئی، کھجور کا ہر درخت بارآور ہو گیا اور ان کے خوشے لٹکنے لگے۔ مسیلمہ نے بھی اسی طرح کیا مگر اس کا الٹا اثر ہوا کنووں کا پانی مزید کم ہو گیا اور کھجوروں کے درخت خشک ہو گئے۔ اللہ کی پناہ!

نوزائدہ بچوں پر مسیلمہ کی نحوست

نہار نے اسے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تم اپنا ہاتھ بنوحنیفہ کے بچوں کے سروں پر پھیر کر انہیں برکت دیا کرو،، پس اس نے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا اور کوئی چیز چبا کر ان کے تالو میں لگائی۔ اس کی وجہ سے وہ تمام بچے جن کے سروں پر اس نے ہاتھ پھیرا تھا گنجے ہو گئے اور جن کے تالو میں کوئی چیز لگائی تھی وہ توتلے ہو گئے۔

ابوطلحہ نمری اور مسیلمہ کذاب

ابوطلحہ نمری آیا، اس نے اس کی کیفیت کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ تاریکی میں ایک آدمی آتا ہے، اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جھوٹے ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں، لیکن ہمیں ربیعہ کا جھوٹا، مضر کے سچے سے زیادہ محبوب ہے، یہ مسیلمہ کے ساتھ عقربا کی جنگ میں حالت کفر میں مارا گیا۔ ❶

باغ پر مسیلمہ کی نحوست

مسیلمہ کے ساتھیوں نے مسیلمہ سے کہا تم بھی ہمارے باغات میں آؤ جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم جایا کرتے تھے، اور تم وہاں نماز پڑھو، چنانچہ وہ یمامہ کے کسی باغ میں گیا اور وضو کیا، نہار نے باغبان سے کہا: رحمان کے وضو کے پانی لینے سے تمہیں کون سی چیز مانع ہے؟ تم یہ پانی اپنے باغ کو دو اس سے تمہارا باغ خوب وشاداب ہو جائے گا جیسا کہ بنو حنیفہ کے ایک خاندان بنو مہریہ نے کیا تھا، مہریہ کا ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی لے کر یمامہ آیا اس نے وہ پانی اپنے کنویں میں ڈال دیا، پھر وہ اس کنویں سے پانی نکال کر اپنے کھیتوں کو دینے لگا، اس کی زمین سخت پیاسی تھی، اسے سیراب کیا گیا تو اس سے سرسبز و شاداب کھیتیاں لہلہانے لگیں۔ اس آدمی نے بھی ایسا کیا اس کے ایسا کرنے کی وجہ سے اس کی زمین ویران اور بنجر ہو گئی اس میں اب بھی چارہ تک پیدا نہیں ہوتا۔

زمین پر مسیلمہ کی نحوست

ایک اور آدمی اس کے پاس آیا اور کہا: میری زمین کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کیونکہ وہ شور والی ہے، جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سُلمی کی زمین کے بارے میں دعا کی تھی، اس نے کہا: نہار! یہ کیا کہہ رہا ہے، اس نے کہا: سلمی آپ کے پاس آیا، اس کی زمین شور والی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں دعا کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پانی کا ایک ڈول طلب کیا پھر

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۲۷۷۔ البدایہ والنہایہ: ۶/ ۳۲۷۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈول میں اپنی کلی کا پانی ڈالا، اس آدمی نے پانی کا وہ ڈول اپنے کنویں میں ڈال دیا۔ پھر اس نے اس کنوئیں سے پانی نکال کر اپنی زمین کو دیا جس سے اس کی زمین سرسبز وشاداب ہوگئی اور اس کا شور پن ختم ہو گیا پس مسیلمہ نے بھی ایسے کیا، تو وہ آدمی چلا گیا اور اس نے بھی سلمی کی طرح وہ ڈول اپنے کنوئیں میں ڈال کر اس سے اپنی زمین کو پانی دیا جس کی وجہ سے اس کی زمین پر پانی کھڑا ہو گیا اس کے بعد نہ پانی خشک ہوا اور نہ وہاں پیداوار ہوئی۔ ایک عورت اس کے پاس آئی اور دعا کیلئے اسے اپنے باغ میں لے گئی۔ اس نے اس کے لیے دعا کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ عقربا کے روز اس باغ کے تمام خوشے خشک ہو کر جھڑ گئے۔

یہ مسیلمہ کے کچھ منحوس وناپاک کام ہیں جن کے ذریعے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے رسوا کرنا چاہا، ہم نے اشارہ کیا تھا کہ مسٹر مرجولیث کا زعم ہے کہ مسیلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، مگر درج بالا واقعات سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ مسٹر مرجولیث کا دعویٰ سراسر باطل ہے۔ کیونکہ ان واقعات سے یہ صاف ظاہر رہا ہے کہ ملعون مسیلمہ، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل اتارنے کی کوشش کرتا تھا جس میں وہ بری طرح ناکام رہا۔ عبداللہ بن نواحہ اس کے لیے اذان دیتا اور حجیر بن عمیر امامت کراتا تھا، چنانچہ وہ اذان میں بلند آواز میں کلمات شہادت کہتا اور مسلمانوں کو گمراہ بناتا۔ [1]

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۲۷۶؛ البدایہ والنہایہ: ۵/ ۵۲؛ الاصابہ: ۵/ ۴۳۲؛ تاریخ بغداد: ۸/ ۲۳۔

اہل بحرین کا ارتداد (۱۱ ہجری)

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جزیرہ نما عرب کے شمال سے اس کے وسط تک اپنی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے روانہ کیے ہوئے لشکر دوسری جہات میں مرتد اور باغی قبائل سے برسر پیکار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منذر بن ساویٰ العبدی بحرین کا گورنر تھا، لیکن وہ بیمار ہوگیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تھوڑی دیر بعد فوت ہوگیا اس کے بعد اہل بحرین اور بنوبکر مرتد ہوگئے۔

جارود بن معلیٰ

عبد قیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، جارود بن معلیٰ بھی اس وفد میں شریک تھا۔ یہ پہلے عیسائی تھا اس نے اس وفد کے ساتھ ہی اسلام قبول کرلیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اسلام قبول کرنے پر بہت خوش ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تکریم کی اور اسے اپنا قریبی بنالیا۔ جب اس نے دین میں سوجھ بوجھ حاصل کرلی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کی قوم عبدالقیس کے پاس واپس بھیج دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر وہ لوگ کہنے لگے: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوتے تو آپ فوت نہ ہوتے، جارود بن معلیٰ نے لوگوں کو جمع کیا اور انہیں کہا:

> ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ پہلے بھی اللہ تعالیٰ کے انبیا گزرے ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں، اس نے کہا: تو انہوں نے کیا کیا؟ وہ کہنے لگے: وہ وفات پاگئے۔ اس نے کہا: یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی وفات پاگئے ہیں جس طرح وہ وفات پاگئے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔''

چنانچہ وہ دوبارہ مسلمان ہوگئے پھر وہ اپنے اسلام پر ثابت قدم رہے۔ [1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بحرین کے مرتدین سے قتال کے لیے حضرت علاء بن

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۲۸۵؛ البدایہ و النہایہ: ۲/ ۲۳۲؛ الاصابہ: ۱/ ۴۴۱۔

حضرمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ جب وہ یمامہ کے قریب پہنچے تو حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ بنی حنیفہ کے مسلمانوں کے ہمراہ ملے، ان میں قیس بن عاصم منقری بھی تھے، اسی طرح قبیلہ بنو عمرو، قبیلہ الابناء بنوسعد بن تمیم نے بھی انہیں اپنی حمایت کا یقین دلایا اور اتنی ہی تعداد بنو رباب کی بھی حضرت علاء رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل ہوگئی ان قبائل کو ساتھ لے کر وہ بحرین کے وسط تک پہنچ گئے وہاں انہوں نے رات کے وقت پڑاؤ ڈالا اور لوگوں کو بھی پڑاؤ ڈالنے کا حکم فرمایا، رات کی تاریکی میں ان کے اونٹ ان کے سامان سمیت فرار ہو گئے جس کی وجہ ان کے پاس نہ کوئی سواری رہی، نہ زادراہ اور نہ پانی وغیرہ۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اس وقت کس قدر رنجیدہ ہونگے، وہ ایک دوسرے کو وصیت کرنے لگے، حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے پاس بلایا جب سب لوگ ان کے پاس اکٹھے ہو گئے تو انہوں (علاء) نے فرمایا: آپ اس قدر خوفزدہ کیوں ہیں؟

انہوں نے کہا: یہ تو کوئی ایسی بات نہیں جس پر ہمیں موردالزام ٹھہرایا جائے، ہماری یہ حالت ہے کہ اگر اسی حال میں صبح نمودار ہوئی تو ہم سورج کے بلند ہونے تک ہلاک ہو جائیں گے۔

حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں، تم مسلمان ہو، اللہ کی راہ میں نکلے ہو، تم اللہ کے انصار ہو، خوش ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم! تم بے یار و مددگار نہیں چھوڑے جاؤ گے۔

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی کرامت ❶

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے، جب لشکر نے نماز صبح ادا کی تو علاء گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور لوگ بھی گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے، انہوں نے خوب گڑگڑا کر دعا کی اور بہت لمبی دعا کی، لوگ بھی ان کے ساتھ دعا میں شریک تھے جب سورج کی روشنی افق مشرق سے تھوڑی سی نمودار ہوئی، تو انہوں نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: دیکھو یہ روشنی کیسی ہے؟ اس کام کیلئے ایک آدمی گیا اور اس نے واپس آ کر کہا یہ روشنی محض سراب ہے۔ وہ پھر دعا کرنے لگے، پھر دوسری مرتبہ اسی طرح وہی روشنی نظر آئی، دریافت کرنے

❶ حلية الاولياء: ١/ ٧؛ شذرات الذهب: ١/ ٣٢؛ تاريخ الخلفاء: ٧٦؛ سير الاعلام ١/ ٢٦٢، البدايه والنهايه: ٥/ ٢٠۔

سے معلوم ہوا کہ سراب ہے۔ تیسری مرتبہ پھر روشنی نمودار ہوئی تو اس مرتبہ خبر لانے والے نے آ کر کہا پانی ہے، وہ کھڑے ہوئے اور لوگ بھی کھڑے ہوئے، وہ اس کی طرف چلے، حتیٰ کہ وہاں پڑاؤ ڈالا۔ انہوں نے پانی پیا اور غسل کیا، ابھی دن روشن نہیں ہوا تھا کہ ہر طرف سے اونٹ بھی آ گئے، اور وہ بھی پانی پی کر بیٹھ گئے، یہ وہی جگہ تھی جہاں کل تک نہ کوئی تالاب تھا اور نہ کوئی پانی، پھر وہ چلے اور ہجر پر پڑاؤ ڈالا، حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے جارود کو یہ حکم دیتے ہوئے پیغام بھیجا کہ وہ بنو عبدالقیس کو ساتھ لے کر حطم کے مقابلے کے لیے اس علاقہ میں جو تم سے ملحقہ ہے چلو، خود حضرت علاء رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت ہجر کے قریبی علاقے پر وارد ہوئے۔

اہل دارین کے سوا تمام مشرکین حطم بن ربیعہ کے پاس جمع ہو گئے اور تمام مسلمان علاء بن حضرمی کے زیرِ علم اکٹھے ہو گئے۔ (1)

خندقوں والی جنگ

ہر فریق دوسرے سے خوف زدہ تھا اس لیے مسلمانوں اور مشرکوں نے خندقیں کھود لیں، اب وہ روزانہ اپنی اپنی خندق سے باہر نکل کر ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور واپس اپنی خندق میں پناہ لیتے، ایک ماہ تک جنگ کی یہی کیفیت رہی۔

دشمن کی فوج کھیل وتفریح اور نشے میں مدہوش

دونوں فوجوں کا خندق میں قیام طول پکڑ گیا، ایک رات مسلمانوں نے مشرکین کی فوج میں شدید شور سنا تو حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے ان کے حالات کی خبر لینے کے لیے عبداللہ بن حذف کو بھیجا۔ انہوں نے واپس آ کر بتایا کہ وہ لوگ نشے میں مدہوش ہیں۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کرنے کے لیے خندق کو پار کر لیا اور انہیں بے دریغ تلوار کے گھاٹ اتارنا شروع کیا، مسلمانوں نے فوج کی تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا اور حطم کو قتل کر دیا۔

حضرت عفیف بن منذر تمیمی نے حطم کی ٹانگ کاٹنے کے بعد اسے تڑپنے دیا اور قیس بن عاصم نے اسے بعد میں قتل کر دیا۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت تقسیم کیا، خاص طور

(1) سیرا علام النبلاء: ۱/ ۲٦٥؛ تاریخ طبری: ۲/ ۲۸۸؛ ابن سعد: ٤/ ۳٦۲۔

پر جنھوں نے جان پر کھیل کر بہادری کے جوہر دکھائے تھے انہیں مال غنیمت میں سے اضافی طور پر کپڑے دیے اور حضرت ثمامہ بن اثال حنفی کو دھاری دار سیاہ چوغہ دیا جو حکم پہن کر فخر کیا کرتا تھا اور اس کے قتل کا یہی سبب تھا۔ ❶

دارین کی طرف روانگی اور حضرت علاء رضی اللہ عنہ کی ایک اور کرامت

پھر فوج کے بڑے حصے نے دارین کا قصد کیا جو کہ بحرین کی بندرگاہ ہے، بعض موقعوں پر ساحل سے دارین تک کا سفر (کشتیوں کے ذریعے) ایک دن اور ایک رات میں طے ہوتا تھا۔ شکست خوردہ مرتدین کی کثیر تعداد کشتیوں پر سوار ہو کر دارین پہنچ گئی اور کچھ مرتدان سے الگ ہو کر اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بکر بن وائل کے ان لوگوں کو جو اسلام پر قائم تھے لکھا کہ مرتدین کے فرار کو روکنے کے لیے تمام راستوں کی ناکہ بندی کریں۔ چنانچہ انہوں نے مکمل ناکہ بندی کرنے کے بعد حضرت علاء رضی اللہ عنہ کو صورت حال سے آگاہی کے خطوط ارسال کیے۔ انہوں نے انہیں لکھا کہ اب وہ ان کے ساتھ مل جائیں۔ اس کے بعد حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں کو دارین کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

> ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں خشکی میں ایسی نشانیاں دکھا دی ہیں جن کی وجہ سے تم سمندر میں اس کی ذات پر بھروسہ کر سکو۔ لہٰذا تم سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے اپنے دشمن کی طرف بڑھو۔'' ❷

اس کے بعد انہوں نے کوچ کیا، گھوڑوں اور اونٹوں وغیرہ پر سوار ہو کر اور پیدل چل کر سمندر پار کیا اور ان سب نے یہ دعا کی:

> يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، يَا كَرِيْمُ يَا حَلِيْمُ يَا أَحَدُ يَا صَمَدُ يَا حَيُّ يَا مُحْيِيَ الْمَوْتٰى يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ يَا رَبَّنَا۔

> ''اے ارحم الراحمین! اے کریم، اے حلیم، اے احد، اے صمد، اے ہمیشہ

---

❶ تاریخ الطبری: ۲/ ۲۹۰۔

❷ حلیۃ الاولیاء: ۱/ ۸؛ تاریخ طبری: ۲/ ۲۸۵۔

زندہ رہنے والے، اے مردوں کو زندہ کرنے والے، اے حیی و قیوم!
تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اے ہمارے رب!''

مسلمانوں نے اللہ کے حکم سے اس خلیج کو اس طرح پار کیا جیسے نرم ریت پر جس پر پانی چھڑکا یا گیا ہو چل رہے ہوں اور اونٹوں کے پاؤں تک نہ ڈوبے تھے۔ ❶

مسلمانوں کی فتح اور مشرکین کی شکست

مسلمانوں اور مشرکوں کا آمنا سامنا ہوا اور نہایت خونریز معرکہ ہوا۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور مشرکین شکست سے دوچار ہوئے، مسلمانوں نے خوب قتل عام کیا، مال غنیمت حاصل کیا اور انہیں قیدی بنایا، گھڑ سوار کے حصے میں چھ ہزار اور پیادہ کے حصے میں دو ہزار آئے، عفیف بن منذر نے اس بارے میں کہا:

اَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ ذَلَّلَ بَحْرَهٗ وَ أَنْزَلَ بِالْكُفَّارِ إِحْدَى الْجَلَائِلِ
دَعَوْنَا الَّذِيْ شَقَّ الْبِحَارَ فَجَاءَ نَا بِأَعْجَبِ مِنْ فَلْقِ الْبِحَارِ الْأَوَائِلِ ❷

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اپنے سمندر کو مطیع کر دیا اور کفار پر ایک بہت بھاری مصیبت نازل کر دی۔ ہم نے اس ذات کو پکارا جس نے سمندر شق کر دیئے اور اس نے سمندروں کو پہلی مرتبہ بنانے سے بھی زیادہ عجیب چیز ہم پر ظاہر کی۔''

اسد الغابہ میں ہے: علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ حضرموت کے باشندے تھے اور وہ حرب بن امیہ کے حلیف تھے، وہ چند کلمات پڑھتے ہوئے اور ان کے ذریعے دعا کرتے ہوئے سمندر میں داخل ہوئے۔

راہب کا اسلام قبول کرنا

مسلمانوں کے ساتھ اہل ہجر کا ایک راہب بھی تھا، اس نے اسلام قبول کر لیا، اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں کس چیز نے اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا؟ اس نے کہا: تین چیزیں

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۲۸۹؛ البدایہ والنہایہ: ۵/ ۱۲۱۔ ❷ تاریخ طبری: ۲/ ۲۹۰؛ البدایہ والنہایہ: ۵/ ۱۲۱۔

جن کے ظہور کے بعد میں ڈرا کہ اگر میں اب بھی اسلام نہ لایا تو کہیں اللہ تعالیٰ مجھے مسخ نہ کر دے:

① ریگستان میں چشمے کا جاری ہونا۔

② سمندر کی گہرائی کا ختم ہو جانا۔

③ میں نے ان کی فوج میں جو دعا سنی تھی وہ فضا میں بھی سنائی دے رہی تھی:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الرَّحْمَانُ الرَّحِيْمُ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ، وَالْبَدِيْعُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ ، وَالدَّائِمُ غَيْرُ الْغَافِلِ ، اَلْحَيُّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ ، وَخَالِقُ مَا يُرٰى وَ مَالَا يُرٰى ، وَ كُلَّ يَوْمٍ أَنْتَ فِىْ شَأْنٍ عَلِمْتَ كُلَّ شَيْءٍ بِغَيْرِ تَعَلُّمٍ۔

''اے اللہ! تو رحمان ورحیم ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ابتدا سے ہے، تجھ سے پہلے کچھ نہیں تھا، تو ازل سے ابد تک ہے، غفلت تیرے قریب تک نہیں بھٹکتی، تو ایسی زندہ ذات ہے جسے موت نہیں آئے گی، اور ہر نظر آنے والی (مری) اور نظر نہ آنے والی (غیر مری) شے کا خالق ہے، تو ہر روز نئی شان میں جلوہ افروز ہے اور تو بغیر سیکھے ہر چیز کو جانتا ہے۔''

اس وجہ سے میں نے جان لیا کہ صرف اسی قوم کی فرشتوں کے ذریعے مدد کی جاتی ہے جو حق پر ہو، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ان سے بعد میں بھی یہ واقعہ سنا کرتے تھے۔ ❶ تاریخ نے اس راہب کا نام ذکر نہیں کیا۔

حضرت علاء رضی اللہ عنہ کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام خط

حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے اہل خندق کی شکست اور حطم کے قتل کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، خط کی عبارت درج ذیل ہے:

''اما بعد! اللہ تعالیٰ کا نام بابرکت ہے اس نے ہمارے دشمنوں کی عقلیں اس شراب کے ذریعے سلب کر لیں جو انہوں نے صبح کے وقت پی تھی۔ ان کی ہوا

❶ المنتظم: ٤/ ٨٤] البدایہ والنہایہ : ٥ / ١٢٢

اکھاڑ دی، ہم ان کی خندق کو عبور کر کے اچانک ان پر ٹوٹ پڑے، ہم نے انہیں مدہوش پایا اور قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے حطم کو بھی ختم کر دیا۔" ❶

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جواب

"اما بعد! بنوشیبان بن ثعلبہ کے متعلق جو تمہیں اطلاع موصول ہوئی ہے (اگر اس کی توثیق ہو جائے) تو پھر افواہیں پھیلانے والے اسے غلط رنگ دیں گے۔ اس لیے تم ان کی طرف ایک لشکر روانہ کرو جو انہیں روند ڈالے جس سے دوسروں کو بھی عبرت حاصل ہو۔"

اس کے بعد وہ مخالفت کے لیے کبھی جمع نہیں ہوئے اور نہ ان کی افواؤں سے مسلمانوں پر برے اثرات مرتب ہوئے۔

اہل عمان اور مہرہ کا مرتد ہونا

عمان، بحر یمن و ہند کے ساحل پر واقع عرب علاقے کا نام ہے جو کھجوروں اور زراعت سے مالا مال شہروں پر مشتمل ہے، البتہ وہاں کی گرمی ضرب المثل ہے۔ الزجاجی نے کہا: عمان کا نام عمان بن ابراہیم الخلیل کی وجہ سے ہے۔ عمان پہاڑی علاقہ ہے، سبز پہاڑوں اور ساحل سمندر کے قریب دوسرے چھوٹے چھوٹے پہاڑوں نے اسے گھیر رکھا ہے۔ اب اس کا دارالخلافہ مسقط ہے جو کہ خلیج فارس پر واقع ہے۔

مہرہ کا تلفظ

صاحب معجم البلدان نے کہا: مہرہ "ھَ" کی زبر اور جزم دونوں کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے، عام لوگ ایسے ہی پڑھتے ہیں، جبکہ صحیح یہ ہے کہ مہرہ، حرکت کے ساتھ ہے، میں نے قدیم ائمہ علم کی تحریروں میں پڑھا ہے وہ اس میں اختلاف نہیں کرتے۔ ❷ یاقوت نے اپنی معجم میں اسی طرح اسے ضبط کیا ہے۔ البتہ دائرہ معارف اسلامیہ نے اسے سکون کے ساتھ

❶ البدایہ والنہایہ: ٤/ ٧٢٢] تاریخ الطبری: ٢/ ٢٩١] البدایہ والنہایہ: ٦/ ٣٢٩۔

❷ معجم البلدان: ٥/ ٢٣٤۔

اس طرح Mahra لکھا ہے اور کیمبرج یونیورسٹی کی کتاب القرون الوسطی جزء ثانی میں بھی سکون کے ساتھ ہے۔ لیکن درست یہی ہے کہ اسے حرکت کے ساتھ پڑھا جائے یعنی Mahara، مسٹر مویر نے کتاب الخلافہ میں بھی یہی غلطی دہرائی ہے۔

مہرہ کا محل وقوع

مہرہ جزیرہ نما عرب کے جنوب مشرق میں حضر موت اور عمان کے درمیان بحر ہند پر واقع ہے۔

عمان میں لقیط بن مالک ازدی صاحب تاج نے بڑا کمال حاصل کیا، جاہلیت میں اسے جُلندی کے نام سے پکارا جاتا تھا، اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور وہ مرتد ہو کر عمان پر غالب آیا، اہل عمان کے رئیس جیفر بن جلندی اور عباد نے پہاڑوں اور سمندر میں پناہ لی، پھر جیفر نے امداد طلب کرنے کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو انہوں نے حذیفہ بن محصن غلفانی کو حمیر سے اور عرفجہ بارقی کو ازد سے مہرہ کی طرف بھیجا، ان دونوں نے عمان کے قریب جیفر کو خطوط لکھنے شروع کئے اور وہ حسب حکم چلتے بھی گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عکرمہ کو مسیلمہ کی طرف یمامہ روانہ کیا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے گئے اور ان دونوں کو بھی وہی حکم دیا جو حذیفہ اور عرفجہ کو دیا تھا، جب وہ دونوں وہاں سے فارغ ہوئے تو وہ یمن کی طرف روانہ ہوئے لیکن عمان پہنچنے سے پہلے ہی عکرمہ ان کے ساتھ شامل ہو گئے، جب وہ عمان کے قریب رجام کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے جیفر اور عباد کو خط لکھا، ادھر لقیط کو لشکر آنے کی خبر ہو گئی تو اس نے اپنے فوجی دستے جمع کئے اور مقام دبا پر پڑاؤ ڈالا۔ جیفر اور عباد بھی اپنے مقام سے روانہ ہوئے اور انہوں نے مقام صحار پر پڑاؤ ڈالا۔ انہوں نے حذیفہ، عکرمہ اور عرفجہ کی طرف خط لکھا تو وہ بھی ان کے پاس پہنچ گئے، انہوں نے لقیط کے ساتھ ساتھ دوسرے رؤسا کو بھی لکھا جس کے نتیجہ میں وہ اس سے علیحدہ ہو گئے، پھر دبا کے مقام پر آمنے سامنے ہوئے اور وہاں انتہائی سنگین لڑائی ہوئی اس میں لقیط کا پلہ بھاری رہا، مسلمانوں کو شکست اور مشرکین کو کامیابی نظر آنے لگی، اسی اثنا

میں بنو ناجیہ کی طرف سے بھی مسلمانوں کے لیے کمک پہنچ گئی، خریت بن راشدان کا امیر تھا۔ مسلمانوں کی مدد کیلئے ایک دستہ عبدالقیس کی طرف سے پہنچ گیا، اس دستہ کے کمانڈر سیحان بن صوحان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویت پہنچائی اس طرح مشرکین پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے، اس معرکہ میں ان کے تقریباً دس ہزار افراد قتل کر دیئے گئے اور بچوں کو قیدی بنا لیا گیا، مسلم کمانڈر نے مال غنیمت تقسیم کر دیا اور عرفجہ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خمس روانہ کر دیا اور خمس میں آٹھ سو غلام اور لونڈیاں تھیں جبکہ حذیفہ نظامِ حکومت چلانے اور شورش کو فرو کرنے کیلئے عمان ہی میں ٹھہر گئے۔ [1]

اہل مہرہ کا ارتداد

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ عمان سے فارغ ہونے کے بعد ناجیہ، عبدالقیس، راسب اور سعد کے لشکروں کے ساتھ ان کی طرف روانہ ہوئے، انہوں نے ان کے شہروں پر دھاوا بول دیا۔ اس وقت مہرہ کے مشرکین دو گروہوں میں تقسیم تھے، ان میں سے ایک گروہ شخریت نامی شخص کی کمان میں تھا اور دوسرا بنومحارب کے ایک آدمی مصبّح کی سرپرستی میں تھا، اہل مہرہ کی اکثریت محارب کے ساتھ تھی، محارب اور شخریت میں باہمی اختلاف تھا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے لڑائی کرنے سے پہلے شخریت کی طرف خط لکھا، اس نے انہیں مثبت جواب دیا اور اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ پھر انہوں نے مصبّح کی طرف خط لکھا، جس میں انہیں اسلام قبول کرنے کی رغبت دلائی گئی تھی۔ مصبّح کے ساتھ چونکہ اہل مہرہ کی اکثریت تھی اس لیے اس نے اپنی فوج کی کثرت کے گھمنڈ میں نفی میں جواب دیا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے شخریت کے ساتھ مل کر اس سے لڑائی کی تو مرتدین نے شکست کھائی اور ان کا رئیس قتل کر دیا گیا اس لڑائی میں بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ دو ہزار تیز رفتار اونٹنیاں بھی مال غنیمت میں شامل تھیں۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ شخریت کو دے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی شان و

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۲۹۲۔ البدایہ والنہایہ: ۶/ ۳۳۰۔ الاصابہ: ۲/ ۴۵۔

شوکت اور دبدبے میں اضافہ ہو گیا اور مرتدین نے اسلام قبول کر لیا۔ ❶

یمن کے مرتدین

قیس بن عبد یغوث بن مکشوح کو جب یمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ دوسری مرتبہ مرتد ہو گیا، بایں ہمہ کہ وہ اسود عنسی کے قتل میں فیروز اور داذویہ کے ساتھ شریک تھا، جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے، جب وہ مرتد ہوا تو اس نے فیروز اور داذویہ سے خلاصی حاصل کرنے کا ارادہ کیا اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے ان دونوں کو دھوکے سے قتل کرنے کے لیے انہیں کھانے پر بلایا جو اس نے ان کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ داذویہ جیسے ہی اس کے پاس پہنچا اس نے اسے قتل کر دیا، فیروز قیس کے گھر میں داخل ہونے والے ہی تھے کہ اس نے چھتوں پر دو عورتوں کو باتیں کرتے ہوئے سنا (ایک نے کہا: افسوس یہ بھی داذویہ کی طرح مارا گیا! یہ سن کر) وہ جبل خولان کی طرف فرار ہو گیا جہاں اس کے ننھیال آباد تھے۔ وہاں پہنچ کر ان کی حفاظت میں آ گیا اور اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں تمام احوال بیان کیے۔ اور قیس نے ابنا کے درمیان تفریق پیدا کرنے کا ارادہ کیا، جب فیروز کو پتہ چلا تو اس نے قیس کا مقابلہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس کے لیے اس نے بنو عقیل بن ربیعہ اور عک سے مدد کی درخواست کی، انہوں نے اسے افرادی قوت مہیا کی اور وہ ان سب کو ساتھ لے کر روانہ ہوا۔

وہ صنعاء کے قریب قیس کے مدمقابل ہوا، دونوں میں شدید گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں قیس اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی، اسی اثنا میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر سمیت مہرہ سے اور حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے ساتھ مکہ اور طائف سے جبکہ بجیلہ نے جریر کے ساتھ نجران کی طرف پیش قدمی کی اور فروہ بن مسیک مرادی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اسی دوران عمرو بن معدی کرب جو کہ مرتد ہو گیا تھا، وہ امان حاصل کیے بغیر حضرت مہاجر کے پاس پہنچ گیا تو حضرت مہاجر نے اسے اور قیس کو پکڑ کر باندھ دیا اور ان دونوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا۔ انہوں نے قیس سے کہا:

❶ تاریخ طبری:۲/ ۲۹۳؛ البدایہ والنہایہ:۶/ ۳۳۱۔

”قیس! تو نے اللہ کے بندوں کو قتل کیا، تو نے مومنوں کو چھوڑ کر مرتدین کو دوست بنایا۔“

قیس نے داذویہ کو قتل کرنے کی سازش اور اس میں ملوث ہونے کی نفی کی، داذویہ کا قتل چونکہ بہت مخفی تھا اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے قتل سے باز رہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن معدی کرب سے کہا:

”کیا تمہیں حیا نہیں آتی کہ تم ہمیشہ شکست سے دوچار ہوتے ہو یا قیدی بنا لیے جاتے ہو۔ اگر تم اس دین کی مدد کرتے تو اللہ تمہیں عزت عطا کرتا۔“ (1)

اس نے کہا: کوئی شک نہیں، میں اعتراف کرتا ہوں، میں دوبارہ ایسے نہیں کروں گا اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے رہا کر دیا۔

وہ دونوں اپنے رشتے داروں کے پاس واپس چلے گئے۔

حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ نجران سے روانہ ہوئے تو ان کے سواروں نے اسود عنسی کے ساتھیوں کو ہر طرف سے گھیر لیا، انہوں نے امان طلب کی، لیکن حضرت مہاجر بن امیہ نے انہیں امان نہ دی اور انہیں جہاں پایا وہیں قتل کر دیا، پھر وہ صنعاء کی طرف گئے اور وہاں پہنچ کر راہ کی ساری سرگزشت کی اطلاع حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی۔

حضر موت اور کندہ کا ارتداد

حضر موت بلاد عرب کا علاقہ ہے، کہا جاتا ہے کہ حضر موت ابن قحطان کی وجہ سے اس کا نام رکھا گیا، کیونکہ سب سے پہلے اس نے یہاں پڑاؤ ڈالا۔ اس آدمی کا نام عامر تھا، جب وہ کسی لڑائی میں شریک ہوتا تو وہ قتل عام کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جس لڑائی میں لوگ اسے دیکھتے تو بے ساختہ کہتے کہ موت آ گئی۔ بعد میں وہ اسی لقب سے مشہور ہو گیا اور انہوں نے حضر کی ضاد پر تخفیف کے لیے سکون (جزم) دے دیا۔ زیادہ مشہور روایت کے مطابق انہوں نے اسے اسم مرکب مزجی بنا دیا، بعد میں لوگ اس سرزمین کو حضر موت کہنے لگے جہاں یہ قبیلہ آباد تھا۔ آخر میں اس لفظ کا اطلاق شہر پر ہونے لگا۔

---

(1) تاریخ طبری: ۲/ ۲۹۹۔

حضر موت یمن کے مغرب، عمان کے مشرق اور دھناء کے شمال میں واقع ہے۔
یاقوت نے کہا: یہ سمندر کے قریب عدن کے مشرقی کناروں پر واقع ہے اس کے آس پاس بہت ریت ہے جو کہ ٹیلوں کی وجہ سے معروف ہے۔ [1]

اشعث بن قیس کندہ کے وفد میں حضر موت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ کسی شخص کو ان کا امیر مقرر فرما دیں جو انہیں سنن کی تعلیم دے اور ان سے صدقات قبول کرے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیاد بن لبید البیاضی کو عامل بنا کر ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو اشعث نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑ دی۔
ابن امرئ القیس بن عابس نے اسے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ زیاد نے اس بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مہاجر بن ابی امیہ کو، جو کہ عنسی کو قتل کرنے کے بعد صنعاء میں تھے، خط لکھا کہ وہ اپنے پاس موجود مسلمانوں کو ساتھ لے کر مرتدین کے خلاف زیاد کی مدد کریں۔ زیاد نے اپنی فوج اکٹھی کی اور اپنے مخالفین پر ٹوٹ پڑے، اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے خلاف اس کی مدد کی حتیٰ کہ مرتدین نجیر میں قلعہ بند ہو گئے [2]
حضرت زیاد نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کی طرف اس وقت پیش قدمی کی جب وہ قلعہ میں بند رہ کر تنگ آ چکے تھے اس لیے وہ وہاں سے نکل کر اشعث کے پاس آئے اور اس سے درخواست کی کہ وہ انہیں امان دلوا دے۔ اس نے زیاد بن لبید کی طرف ایک آدمی بھیجا اور اس سے کہا کہ وہ لبید سے مل کر اس سے امان طلب کرے۔
جب وہ زیاد سے ملا تو اس نے ملاقات کے دوران درخواست کی کہ وہ اہل نجیر کو امان دے کر ان سے مصالحت کر لے، زیاد نے آغاز میں تو اس کی درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر اس کے بار بار اصرار کرنے پر اس نے ان کے ستر افراد کو امان دے دی۔ ان میں قیس کا بھائی، اس کے چچازاد اور اس کے اہل خانہ تھے مگر اس فہرست میں اشعث اپنا نام لکھنا بھول گیا اس طرح وہ بھی مجرموں کی صف میں شامل ہو گیا امان یافتہ ستر آدمی رہا ہو گئے، ان

[1] معجم البلدان: ۲/ ۲۷۰۔ [2] الطبقات الکبری: ۶/ ۲۲؛ الکامل: ۴/ ۲۲۰۔

ستر میں چونکہ اشعث کا نام شامل نہیں تھا اس لیے حضرت مہاجر بن امیہ نے اسے قتل کرنا چاہا، اشعث نے درخواست کی کہ ان کے مقدر کا فیصلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر چھوڑ دیا جائے۔ معاہدے کے تحت انہوں نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اس وقت اس میں بہت سے افراد تھے جن میں سات سو کے قریب باغی لیڈر بھی تھے، ان سب کے سر قلم کر دیے گئے، قلعہ میں محصور باغیوں نے اشعث کو لعن طعن کیا اور زیاد سے اس کی شکایت کی کہ اس نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے، اس نے اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے پناہ حاصل کر لی لیکن ہمارے لیے کچھ نہیں کیا۔ حالانکہ طے یہ پایا تھا کہ وہ ہم سب کے لیے پناہ حاصل کرے گا۔ زیاد نے باغیوں کو قتل کرنے کے بعد ان کی لاشوں کو دفن کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور انہیں درندوں کے لیے چھوڑ دیا اور یہ صورت حال زندہ بچ جانے والوں کے لیے اذیت ناک تھی، پھر اس نے قیدیوں کو نہیک بن اوس بن خزیمہ کے ساتھ روانہ کر دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: ہم نے اشعث کو آپ کے حکم پر پناہ دی ہے۔ اس نے اشعث کو باندھ کر ان کی طرف بھیجا اس کا مال بھی اس کے ساتھ روانہ کر دیا تا کہ وہ اس کے متعلق خود فیصلہ کریں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اشعث کو لعن طعن کرتے ہوئے کہنے لگے: تو نے متعدد جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ اس کے بعد اشعث نے دوبارہ اسلام قبول کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے معافی کی درخواست کی اور ان سے کہا کہ میری بیوی میرے حوالے فرما دیجیے۔ اس واقعہ سے قبل جب اشعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا تو اس نے ام فروہ بنت ابی قحافہ یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہن کو پیغام نکاح بھیجا تھا، آپ نے اس سے اس کی شادی کر دی تھی لیکن اس کے دوبارہ آنے تک اس کی رخصتی کو مؤخر رکھا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی جان بخشی فرما دی اور اس کی بیوی اس کے حوالے کر دی اور اس سے کہا: جاؤ، اب تمہاری طرف سے مجھے اچھی خبر ہی ملنی چاہیے۔ اشعث نے اپنی بیوی کے ساتھ خلوت کرنے کے بعد شمشیر بے نیام لے کر بازار کا رخ کیا اور جو بھی اونٹ یا اونٹنی سامنے آیا اس کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر لوگوں نے شور مچایا کہ اشعث دوبارہ کافر ہو گیا ہے۔ اس نے اپنی تلوار کو پھینکتے ہوئے کہا: اللہ کی قسم! میں کافر نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن میرے نکاح میں دی ہے۔ اگر میں اپنے علاقے میں ہوتا تو

میری دعوت ولیمہ بڑی دھوم دھام سے ہوتی۔ اے اہل مدینہ! ان اونٹوں کو ذبح (نحر) کرو اور خوب کھاؤ۔ اے اونٹ والو! آؤ اپنے اونٹوں کے منہ مانگے دام لو۔ مدینہ میں ایسی دعوت ولیمہ نہ اس سے پہلے دیکھنے میں آئی اور نہ اس کے بعد۔ [1]

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۹ ۳۴؛ الاصابہ: ۱/ ۸۸؛ البدایہ والنہایہ: ۴/ ۲۳۶۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا عراق کی طرف جانا اور صلح حیرہ

مثنیٰ بن حارثہ شیبانی ان سپہ سالاروں میں سے ہیں جنہوں نے بحرین میں لڑائی کی اور کامیابی حاصل کی، اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عراق میں جنگ کرنے کی اجازت طلب کی، انہوں نے اجازت دے دی، وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے آنے سے پہلے ان سے برسر پیکار تھے اور خلیج فارس کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے، انہوں نے قطیف کو ماتحت کر لینے کے بعد اپنے لشکر کو ڈیلٹا فرات کی طرف روانہ کیا، حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کا لشکر آٹھ ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا، لیکن اسے دشمن کی فوج کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس وقت یمامہ میں تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ بھی عراق کا رخ کریں۔ بارہ ہجری کے اوائل میں تمام عرب میں شورش دم توڑ چکی تھی اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیگر علاقوں کی طرف فوجیں بھیجنے کا قصد کیا، انہوں نے دو لشکر شمال کی طرف روانہ کیے اور ان میں سے ایک پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، اور اسے اُبلّہ کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا، ان کے ساتھ حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے پھر انہیں حیرہ کی طرف بڑھنا تھا، دوسرے لشکر پر حضرت عیاض کو امیر مقرر کیا اور اسے خلیج فارس اور خلیج عقبہ کے درمیان دومہ کی طرف روانہ کیا، جہاں سے فارغ ہو کر ان دونوں لشکروں کو حیرہ کی طرف جانے کا حکم ملا تھا اور انہیں یہ بھی حکم ملا تھا کہ ان کمانڈروں میں سے جو بھی کمانڈر پہلے فتح یاب ہوگا دوسرا کمانڈر اس کی کمان میں جہاد کرے گا۔ حضرت عیاض جسے دومہ کی طرف روانہ کیا تھا، اسے دشمن نے طویل مدت تک روکے رکھا۔ جبکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو عراق تک عیاض جیسی کسی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ بہت سے دیہاتی لوگ ان کے ساتھ شامل ہو گئے اس طرح ان کی قوت میں اضافہ ہو گیا، اور یہ اضافہ برابر ہوتا گیا حتیٰ کہ ان کے جنگجوؤں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی، حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی اسّی ہزار فوج اس کے علاوہ تھی اور یہ سب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تھے۔ [1]

ان کا سب سے پہلے ہرمز سے واسطہ پڑا، عرب اس کے ظلم کی وجہ سے اس سے بغض

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۳۰۹۔

وعداوت رکھتے تھے، اور وہ اسے بطور مثال بیان کرتے ہوئے کہا کرتے تھے فلاں شخص ہرمز سے بھی بڑا کافر ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف نکلنے سے پہلے اسے خط لکھا:

''امابعد! اسلام قبول کرلے تو سلامتی میں رہے گا، اپنی اور اپنی قوم کے لیے حفاظت کی ضمانت حاصل کرلے یا جزیہ دینے کا اقرار کرلے، ورنہ خطرناک نتائج کا سامنا کرنے کے بعد پھر خود ہی کو مورد الزام ٹھہرانا، خوب غور سے سن لو! میں ایسے لوگوں کو تمہارے پاس لایا ہوں جو موت سے ایسے محبت کرتے ہیں جیسے تم زندگی سے محبت کرتے ہو۔''

ہرمز نے قباذ اور انوشجان کو ہراوّل دستے کے کمانڈر مقرر کیا، یہ دونوں اردشیر اکبر کی اولاد سے تھے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق سنا تو وہ اپنی فوج کے ساتھ کاظمہ کی طرف چلے گئے لیکن ہرمزان سے پہلے وہاں پہنچ گیا، جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو انہیں ایسی جگہ پڑاؤ ڈالنا پڑا جہاں پانی نہیں تھا، ان کے ساتھیوں نے اس بارے میں شکایت کرتے ہوئے کہا ہم پانی کے بغیر کیسے گزارہ کریں گے؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! دو فریقوں میں سے جو زیادہ صابر اور زیادہ معزز ہے، پانی اس کی طرف خود چل کر آئے گا پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ گھوڑوں کی طرف بڑھے، اللہ تعالیٰ نے بادل بھیجا اس نے مسلمانوں کی صف کے پیچھے پانی اکٹھا کردیا جس سے ان کے دل مضبوط ہوگئے۔ [1]

معرکہ ذات السلاسل

ہرمز میدان میں اترا اس نے میدان میں وارد ہوتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مقابلے کے لیے للکارا، اس نے اپنے ساتھیوں کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر دھوکے سے حملہ کرنے کے لیے تیار کررکھا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کے لیے پیدل چل کر گئے اور ہرمز بھی اتر آیا دونوں باہم لڑنے لگے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے پچھاڑ دیا، ہرمز کے ساتھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوئے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے حملوں کی پرواہ کیے بغیر ہرمز کا کام تمام کردیا۔ اس طرح ایرانی اپنے بہت سے افراد کے قتل ہوجانے کے

[1] البدایہ والنہایہ: ٤/ ٧٣٦؛ تاریخ طبری: ١/ ٣٣٢۔

بعد شکست کھا گئے اور اس معرکہ کو ذات السلاسل کا نام اس لیے دیا گیا کہ ہرمز نے اپنے فوجیوں کے فرار ہو جانے کے اندیشے کے پیش نظر اپنی فوج کے ایک دستے کو زنجیریں پہنا دی تھیں۔ قباذ اور انوشجان بچ گئے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہرمز کا سامان قبضے میں لے لیا۔

خاندانی اعزاز کی ٹوپی

اس کی ٹوپی ایک لاکھ درہم کی تھی، کیونکہ فارسیوں میں اس کا شرف اتمام کو پہنچ چکا تھا، ان کے ہاں یہ رسم تھی کہ جب انسان کا شرف مکمل ہو جاتا تو اسے ایک لاکھ مالیت کی ٹوپی پہنا دی جاتی۔ اس کی ٹوپی میں ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت میں سے خمس اور فتح کی خبر مدینہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پہنچائی، مسلمانوں نے میدان جہاد میں جو مال غنیمت حاصل کیا اس میں ہاتھی بھی تھا جسے مال غنیمت کے ساتھ مدینہ بھیج دیا گیا۔

مدینہ میں ہاتھی کی نمائش

اس ہاتھی کو سارے شہر میں گھمایا گیا تا کہ لوگ اسے دیکھ سکیں۔ اسے دیکھ کر بوڑھی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں یہ واقعی اللہ کی مخلوق ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ ہاتھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ [1]

عورت اور مرد کا قلعہ

پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے بصرہ کے پاس جسر اعظم مقام پر پڑاؤ ڈالا، حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے حتیٰ کہ وہ عورت کے قلعہ تک پہنچے، حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو وہاں چھوڑا۔ انہوں نے اس عورت کو محصور کر دیا جبکہ حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ اس کے خاوند کی طرف گئے اور وہ بھی اپنے قلعہ میں تھا، اس قلعہ کا نام حصن الرجل یعنی آدم کا قلعہ تھا، حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا محاصرہ کر لیا اس کی فوج سے جبراً ہتھیار رکھوا لیے پھر ان سب کو قتل کر دیا اور ان کے اموال پر قبضہ کر لیا۔ جب عورت کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کر لی اور اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد

[1] تاریخ طبری :۲/ ۳۱۰؛البدایہ والنہایہ :٦/ ٣٤٤۔

حضرت مثنی رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کر لی، اور یہ قلعہ ایک محل تھا بقول بلاذری کے اس عورت کا نام کامورزاد بنت نرسی تھا اور یہ انوشجان کی چچا زاد تھی، یہ عورت اس نام سے اس لیے معروف ہوئی کہ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاں پڑاؤ ڈالا تھا، اس نے انہیں کھجور اور گھی سے تیار کیا ہوا حلوہ زادراہ کے طور پر دیا، تو وہ (ابوموسیٰ) اکثر کہا کرتے تھے: ہمیں عورت کے حلوے سے کھلاؤ۔ اس طرح یہ لفظ اس عورت کے اصلی نام پر غالب آ گیا۔

جنگ ذات السلاسل میں ہر گھڑ سوار کو ہزار درہم اور پیادہ کو ہزار درہم کا تیسرا حصہ بطور مال غنیمت ملا تھا۔ ❶

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۳۱۱؛ البدایه والنهایه: ۶/ ۳۴۵؛ البدء والتاریخ: ۵/ ۱۶۶؛ تاریخ الیعقوبی: ۲/ ۱۳۳۔

فارسیوں کی دوسری شکست

جنگ ثنی/ جنگ مذار (صفر ۱۲ ہجری)

جب ہرمز کی شکست کی خبر فارس کے دارالخلافہ مدائن پہنچی تو ان کے بادشاہ اردشیر نے ایک اور لشکر بھیجا، قارن بن قریانس کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا، جب وہ مذار کے قریب پہنچا تو وہ بھی شکست خوردہ لشکر کے ساتھ شامل ہو گیا اور یہ سب مل کر میدان جنگ کی طرف واپس چل دیئے۔ قباذ اور انوشجان بھی ان کے ساتھ تھے، انہوں نے ثنی کے مقام پر پڑاؤ ڈالا جو دجلہ سے نکالی گئی ایک نہر ہے۔ حضرت مثنی رضی اللہ عنہ پہلے سے ہی وہاں موجود تھے اس لیے اسی مقام پر ان کا سامنا مثنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ حضرت مثنی رضی اللہ عنہ کو جیسے ہی خطرہ لاحق ہوا ویسے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ حسن اتفاق سے نہایت مناسب موقع پر ان سے آ ملے، مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان لڑائی چھڑ گئی فارسیوں کے فرار پر معاملہ اختتام کو پہنچ گیا۔

ایرانی مقتولین کی تعداد

ان میں سے تیس ہزار افراد مارے گئے اور جو غرق ہوئے وہ ان کے علاوہ ہیں۔ ان میں سے جو بچ گئے وہ کشتیوں کے ذریعے فرار ہو گئے، مسلمان ندیوں کی وجہ سے ان کا پیچھا نہ کر سکے۔

غنائم بہت زیادہ تھے۔ لڑائی کرنے کے قابل ہر شخص کو قتل کر دیا گیا۔ عورتوں کو قیدی بنالیا گیا، کاشتکاروں سے جزیہ لے کر انہیں ذمی بنالیا گیا۔ ان کی زمین انہیں کے قبضہ میں رہنے دی گئی، قیدیوں میں ابوالحسن بصری بھی تھا جو کہ نصرانی تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سعید بن نعمان کو لشکر کا امیر مقرر کیا اور سوید بن مقرن المزنی کو جزیہ لینے پر مامور کیا۔

قارن بن قریانس ایرانی لشکر کا سپہ سالار تھا اسے اردشیر نے ہرمز کی امداد کے لیے بھیجا تھا، اس کو معقل بن اعشی بن نباش نے قتل کیا، انوشجان کو عاصم نے اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے قباذ کو قتل کیا، قارن کا شرف مکمل ہو چکا تھا۔ مسلمانوں نے اس کے بعد عجمیوں

میں سے کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کیا جس کا شرف مکمل ہو چکا ہو، جنگ ثنی میں گھڑ سوار کا حصہ، جنگ ذات السلاسل کے حصے سے زیادہ ہو گیا۔ ❶

معرکۂ ولجہ (صفر۱۲ھ)

عربوں کی کامیابیوں کے تسلسل سے فارس میں شاہی ہم نشین اضطراب کا شکار ہو چکے تھے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ عربوں کو ان جیسے عربوں سے لڑایا جائے کیونکہ وہ ان کی جنگی حکمت عملی سے واقف ہیں، چنانچہ بادشاہ نے قبیلہ بکر اور دیگر قبائل سے ایک بہت بڑا لشکر تشکیل دیا، ان کا سپہ سالار مشہور لیڈر اندرزغر کو مقرر کیا جو کہ فارسی سیاہ فام تھا، پھر بادشاہ نے بہمن جاذویہ کو اس کے پیچھے بھیجا تا کہ وہ اس کے لشکروں کی قیادت کرے، اندرزغر نے حیرہ اور کسکر کے درمیان رہنے والوں کو جمع کیا نیز آس پاس والے عربوں کو بھی اکٹھا کیا اس طرح یہ اتحادی قافلہ دو نہروں کے سنگم کے قریب ولجہ کی طرف پیش قدمی کرنے لگا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے ایک جماعت کو ڈیلٹا کی جنگ میں حاصل ہونے والی اراضی کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا اور خود ثنی سے فرار ہونے والے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ان کی طرف چل پڑے، دونوں لشکر ایک لمبی خون ریز جنگ کے لیے ولجہ کے مقام پر اکٹھے ہوئے، اس میں مسلمانوں کو ان کے قائد کی بہتر جنگی حکمت عملی کی وجہ سے کامیابی حاصل ہوئی۔ انہوں نے دونوں طرف کمین گاہیں بنائیں اور ایک کمین گاہ پیچھے تھی اس لڑائی میں ایرانیوں کو زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ فارسی اور ان کے اتحادی عرب فرار ہو گئے، اس لڑائی میں دشمن کی بڑی تعداد کو قتل کیا گیا بہت سارے قیدی بنا لیے گئے، عربوں اور ایرانیوں کی بڑی تعداد فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ اندرزغر بھی شکست خوردہ ہو کر فرار ہو گیا اور وہ بیابان میں پیاسا مر گیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کاشتکاروں کو امان دی اور وہ ذمی بن گئے جبکہ جنگجوؤں کے بچوں اور ان کے معاونین کو قیدی بنا لیا گیا۔ ❷

---

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۳۱۲؛ البدایہ والنہایہ: ۵/ ۱۳۷۔

❷ تاریخ طبری: ۲/ ۳۱۲] البدایہ والنہایہ: ٦/ ۳٤٥] المنتظم: ٤/ ۱۰۲۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خطبہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔انہوں نے لوگوں کو بلادِ عجم کو فتح کرنے کے بارے میں ترغیب دلائی اور بلادِ عرب سے بے رغبتی دلاتے ہوئے کہا:

> ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہاں مٹی کے تودوں کی طرح کھانے کی چیزوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔اللہ کی قسم! اگر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ عزوجل کی طرف دعوت دینا ہم پر لازم نہ ہوتا اور صرف معاش پیش نظر ہوتا تو بھی میں آپ کو مشورہ دیتا کہ اس سرسبز وشاداب اور وسیع علاقے کے حصول کیلئے لڑو اور اس کے وارث بن جاؤ بھوک اور قلت غذا کا تحفہ ان کاہلوں کے لئے چھوڑ دو جو تمہاری جدوجہد میں شریک ہونے سے جان چراتے تھے۔'' ❶

معرکہ الیس، (ربیع الاول ۱۲ھ)

قبیلہ بنی بکر لڑائی کے وقت دو حصوں میں تقسیم ہو گیا،ایک جماعت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گئی اور ایک فارسیوں کے ساتھ۔

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جنگ ولجہ میں بکر بن وائل اور ان کے حمایتی ایرانیوں کو ہزیمت سے دوچار کیا تو ان کی قوم کے عیسائیوں کو ان پر سخت غصہ آیا۔انہوں نے عجمیوں کو اور عجمیوں نے انہیں باہم متحد ہو کر جنگ کرنے کے خطوط لکھے اور وہ سب الیس کے مقام پر جمع ہو گئے۔عبدالاسود عجلی ان کا کمانڈر مقرر ہوا، بنو عجل کے مسلمان ان عیسائیوں کے سخت ترین دشمن تھے۔

ایران کے بادشاہ اردشیر نے بہمن جاذویہ کو لکھا: کہ وہ اپنے لشکر کو لے کر الیس کی طرف پیش قدمی کرے اور وہاں پہنچ کر ان ایرانی اور عیسائی عربوں کی مدد کرے جو وہاں جمع

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۳۱۲۔

ہیں، بہمن جاذویہ اور جابان نے پیش قدمی کی، لیکن جابان اُلیس کی طرف چلا جو کہ حیرہ اور ابلہ کے وسط میں ہے۔

جبکہ بہمن اردشیر کی طرف روانہ ہوا تا کہ وہ اس سے مشورہ کرے اور اس سے مزید ہدایات حاصل کرے مگر اس نے یہاں آ کر دیکھا کہ اردشیر بیمار پڑا ہے اس لیے اس نے (بہمن) شاہی درباریوں کے ساتھ مل کر اس کی تیمارداری شروع کر دی۔ جبکہ جابان نے اپنا سفر جاری رکھا حتیٰ کہ الیس پہنچ کر اس نے وہاں پڑاؤ ڈال دیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو عبدالاسود اور اس کے اتحادیوں کے جمع ہونے کی خبر مل چکی تھی۔ اس لئے وہ ان کی طرف چلے، لیکن انہیں جابان کے قریب پہنچ جانے کی اطلاع نہیں تھی، انہوں نے اپنی پشت پناہی کے لئے کنویں کے پاس ایک قوی جماعت چھوڑی اور صف کے سامنے آئے اور لڑائی کے لئے ان کے سرداروں کو للکارا تو مالک بن قیس ان کے مقابلے کے لئے آیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے کہا، بدکار عورت کے بیٹے! تجھے میرے مقابلے میں آنے کی کیسے جرأت ہوئی۔ تجھ میں کیا رکھا ہے؟ پھر آپ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اسے ڈھیر کر دیا، دونوں گروہوں میں لڑائی چھڑ گئی اور بہت گھمسان کا رن پڑا۔ (1)

خون کی ندی

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جب دشمن کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا ہوا تو انہوں نے دعا کی:

> ”اگر تو نے ہمیں ان پر فتح عنایت فرمائی تو میں تیرے نام کی یہ نذر مانتا ہوں کہ ان میں سے جس پر بھی ہم قدرت حاصل کر لیں گے میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا اور ان کے خون کی ندیاں بہا دوں گا۔“

آخر کار ایرانی مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے تو وہ شکست خوردہ ہو کر بھاگ اٹھے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ انہیں ہر ممکن گرفتار کرنے کی کوشش کریں اور صرف ناممکن الحصول کو ہی قتل کریں۔

(1) تاریخ طبری: ۲/ ۳۱۳؛ البدایہ والنہایہ: ۶/ ۳۴۶؛ المنتظم: ۴/ ۱۰۳۔

اسلامی فوجیں انہیں گرفتار کر کے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پیش کرتی رہیں۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان پر کچھ ایسے لوگ مسلط کئے ہوتے تھے جو انہیں قتل کر کے نہر میں پھینک رہے تھے اس طرح نہر میں خون بہنے لگا اسی بنا پر اس کا نام خون کی ندی پڑ گیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بنو عجل کے جندل نامی شخص کو خبر دے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا، انہیں الیس کی فتح، مال غنیمت کی مقدار، قیدیوں کی تعداد اور جو کچھ اخماس سے حاصل ہوا اس کی تفصیل نہایت عمدگی سے بتائی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جندل کو مال غنیمت میں سے ایک لونڈی بطور انعام عطا فرمائی۔ الیس کے موقع پر دشمن کے مقتولین کی تعداد ستر ہزار کے قریب ہے جیسا کہ طبری نے بیان کیا ہے اور ابو مقرن اسود بن قرطبہ کے شعر میں بھی اس کا ذکر ہے۔ اس نے کہا:

قَتَلْنَا مِنْهُمْ سَبْعِيْنَ أَلْفًا بَقِيَّةَ حَرْبِهِمْ نَخْبَ الْأَسَارِ

''ہم نے ان کے ستر ہزار افراد قتل کر دیئے اور باقی جنگجوؤں کو قید کر لیا۔'' ❶

جنگ امغیشیا اور اس کی بربادی

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے الیس سے فارغ ہو کر امغیشیا کی طرف پیش قدمی کی۔ امغیشیا حیرہ کی طرح کا ایک شہر ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کے باشندوں سے لڑائی کر کے انہیں اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اپنے اموال ان کے حوالے کر دیں، اس طرح انہوں نے ان کے تمام اموال کو مال غنیمت کے طور پر حاصل کر لیا۔ اس کے باشندوں کو جلاوطن کر دیا اور وہ سواد میں منتشر ہو گئے۔ اس جنگ میں ہر سوار کے حصہ میں پندرہ سو درہم آئے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فتح کی خبر اور مال غنیمت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا۔ جب قاصد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فتح کی خبر سن کر فرمایا: بہت کم مائیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ جیسے شیر دل جوان جنم دیتی ہیں اور ایک روایت میں ہے: تمہارے شیر نے شیر پر حملہ کیا اور اس نے اس کی لاشوں میں گھس کر اسے مغلوب کیا، سب مائیں خالد جیسے بہادر جنم نہیں دے سکتیں۔ ❷

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۳۱۴؛ البدایہ والنہایہ۶/ ۳۴۶۔

❷ تاریخ طبری: ۲/ ۲۱۵؛ البدایہ والنہایہ :۶/ ۳۴۶؛ المنتظم : ۴/ ۱۰۳۔

حیرہ کا محاصرہ اور اس کا اطاعت اختیار کرنا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ امغیشیا سے حیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے پیدل فوج، سواریوں اور مال و متاع کو کشتیوں میں سوار کر دیا۔ ادھر حیرہ کا سردار جو کہ فارسی تھا جسے ازاذبہ کہا جاتا تھا باہر آیا اور اس نے اپنے بیٹے کو بھیجا تو اس نے فرات سے پانی بند کر دیا جس کی وجہ سے کشتیوں کی طرف جانے والا پانی منقطع ہو گیا اور کشتیاں زمین میں پھنس گئیں، حضرت خالد رضی اللہ عنہ گھڑ سواروں کے ساتھ ازاذبہ کے بیٹے کی طرف پیش قدمی کی تو فرات بادقلی کے دھانے پر ان کی اس سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا، البتہ شہر چار قلعوں میں محفوظ تھا، اہل شہر نے اطاعت اختیار کرنے سے انکار کر دیا، انہوں نے ان کا محاصرہ کر کے ان سے قتال شروع کر دیا، مسلمانوں نے تمام مکانات، کنیسے فتح کر لئے۔ اس دوران کافروں کا اس قدر جانی نقصان ہوا کہ پادری اور راہب پکار اٹھے: محلات والو! ہمارے قتل کا باعث تم ہو۔ اس پر محل والوں نے مسلمانوں کو آواز دی۔ ہم تین میں سے ایک چیز قبول کرتے ہیں: اسلام، جزیہ یا لڑائی۔

ازاذبہ کا فرار

ازاذبہ کو جب اردشیر کی موت کی خبر پہنچی تو وہ بھاگ گیا اور کچھ لوگوں نے حیرہ کے محلات میں پناہ لی جن لوگوں نے محلات میں پناہ لی ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

① قصر ابیض، اس میں ایاس بن قبیصہ طائی تھا، حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے اس کا محاصرہ کیا تھا۔

② قصر الغریین: اس میں عدی بن عدی تھا۔ حضرت ضرار بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کا محاصرہ کر رکھا تھا۔

③ قصر ابن مازن: اس میں ابن اکال تھا، حضرت ضرار بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ نے اس کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔

④ قصر ابن بُقیلہ: اس میں عمرو بن عبدالمسیح بن بقیلہ تھا۔ حضرت مثنی رضی اللہ عنہ نے اس کا

محاصرہ کیا ہوا تھا۔

یہ چاروں سردار اپنے محلات سے باہر آئے تو مسلمانوں نے انہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ سب سے پہلے عمرو بن عبدالمسیح نے صلح کی درخواست کی، مسلمانوں نے ۱۹۰۰۰۰ پر اس سے صلح کی، اس نے اس کے علاوہ تحائف بھی پیش کئے تاہم وہ اپنے دین پر قائم رہے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ہذیل کاہلی کے ساتھ فتح کا پیغام اور تحائف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں جزیہ کے طور پر قبول کیا اور خالد رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ان کے تحائف کو ان کے جزیہ میں شمار کرو مگر یہ کہ وہ جزیہ سے ہوں اور ان کے ذمہ جو باقی ہے وہ بھی وصول کرلو اور اس کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو مضبوط کرو۔ ❶

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عبدالمسیح کے مابین مکالمہ

جب عمرو بن عبدالمسیح حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے آداب بجا لایا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے کہا:

تمہاری عمر کتنی ہے؟ اس نے کہا: سینکڑوں برس۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس مدت میں تو نے عجیب ترین واقعہ کیا دیکھا؟ اس نے کہا: میں نے دمشق اور حیرہ کے درمیان مسلسل آبادیاں دیکھیں اور دیکھا کہ ایک عورت حیرہ سے نکلتی تھی اور وہ اپنے ساتھ صرف ایک روٹی رکھتی تھی۔ یہ سن کر خالد مسکرا پڑے اور کہا: تیرے بڑھاپے نے تیری عقل ختم کردی ہے۔ اللہ کی قسم! عمرو! تم سٹھیا گئے ہو، پھر وہ (خالد) حیرہ کے باشندوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم خبیث، دغاباز، چالباز ہو پھر تمہیں کیا ہوا؟ کہ تم اپنی ضرورتیں ایسے شخص کے ذریعے طے کرتے ہو جو سٹھیا گیا ہے اور اسے یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ کہاں سے آیا ہے؟ عمرو نے تجاہل عارفانہ کے طور پر چاہا کہ کوئی ایسی بات دکھائے جس سے ان کو اس کی عقل اور اس کے قول کی سچائی کا ثبوت مل جائے۔ چنانچہ اس نے کہا:

---

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۳۱٦؛ المنتظم: ٤/ ۱۰۳۔

امیر! میں خوب جانتا ہوں کہ میں کہاں سے آیا ہوں۔ تو انہوں نے کہا: تو کہاں سے آیا ہے؟ عمرو نے کہا: قریب کی جگہ بتاؤں یا دور کی؟ (کہا) جو چاہو۔ (کہا) اپنی ماں کے پیٹ سے۔ (کہا) کہاں جانا چاہتا ہے؟ (کہا) اپنے سامنے۔ (کہا) سامنے سے کیا مراد ہے؟ (کہا) آخرت۔ پھر پوچھا تیرا آغاز کہاں سے ہے؟ (کہا) میرے والد کی پشت سے۔ تم کس میں ہو؟ (کہا) اپنے کپڑوں میں۔ کیا تم سمجھ رکھتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں ہوش و حواس میں ہوں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: میں جواب دوں گا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم امن و سلامتی چاہتے ہو یا لڑائی؟ اس نے کہا: سلامتی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: تو یہ قلعے کیا ہیں؟ اس نے کہا: یہ ہم نے اس لئے بنائے ہیں کہ اگر کوئی بے عقل آئے تو ہم اسے قید کر لیں اور اگر کوئی سمجھدار آئے تو بچ کر چلا جائے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: زمین اس شخص کو قتل کر دیتی ہے جو اس سے ناواقف ہوتا ہے اور جو شخص زمین سے خوب واقف ہوتا ہے وہ زمین ہموار کر لیتا ہے، ہم اس زمین سے بخوبی واقف ہیں۔

عمرو نے کہا: اے امیر! چیونٹی اپنے گھر کے حالات سے اونٹ کے مقابلے میں زیادہ واقف ہوتی ہے کہ اس کے گھر میں کیا ہے۔ ❶

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مہلک زہر نگلنا اور زہر کا بے اثر ہونا

ہم نے پہلے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی دو کرامتیں بیان کیں اور اب ہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کرامت بیان کرتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی نہ تو جادوگر تھا اور نہ کاہن، بلکہ وہ دونوں لڑائی میں سب سے آگے رہنے والے بہادر تھے۔ عمرو بن عبدالمسیح بن بقیلہ کے ساتھ ایک خادم تھا جس کے پاس تھیلی میں زہر تھا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس سے زہر لیکر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا پھر اس سے پوچھا: تم اسے اپنے ساتھ کیوں لئے پھرتے ہو؟ اس نے کہا: مجھے اندیشہ تھا کہ تم لوگ میرے ساتھ کوئی توہین آمیز سلوک کرو گے اس لئے اگر ایسا ہوتا تو میں اپنی قوم کی توہین کے مقابلے میں موت کو ترجیح دیتا مگر میں نے آپ کو اپنے

❶ البدایہ والنہایہ: ٦/ ٣٤٣؛ تاریخ طبری: ٢/ ٣١٧۔

اندیشوں کے برخلاف پایا، یہ سن کر خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: کوئی جاندار اپنے وقت مقرر سے پہلے نہیں مر سکتا، پھر یہ دعا پڑھی:

بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاء ، رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ دَاءٌ ، الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔

"اللہ کے نام سے جو سب سے بہتر نام ہے، زمین و آسمان کے رب، جس کے نام کے ساتھ کوئی بیماری نقصان نہیں پہنچاتی، جو بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

(یہ دعا پڑھ کر) حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زہر نگل لیا، یہ دیکھ کر عمرو نے کہا: اللہ کی قسم! عرب کی جماعت! تم جس چیز کے مالک بننا چاہو بن سکتے ہو، جب تک تم میں اس قسم کا بہادر شخص موجود رہے گا زہر بھی تمہیں موت کا تحفہ دینے سے قاصر رہے گا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر زہر کا کوئی بھی اثر نہ ہوا۔ وہ نہ تو بیمار ہوئے نہ فوت ہوئے، جبکہ عمرو بن عبدالمسیح نے اس زہر کو خودکشی کرنے کے لئے تیار کیا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اہل حیرہ سے معاہدہ صلح کر لیا اور ان پر جزیہ مقرر کر دیا، البتہ دین دار لوگوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا۔ مسلمانوں نے حیرہ شہر کو ہر قسم کا تحفظ دینے کیلئے اپنی ذمہ داریوں کو نبھانا شروع کر دیا۔ عبدالمسیح کی کرامہ نامی ایک بیٹی تھی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے شویل کے حوالے کرنے سے روک لیا۔ کیونکہ شویل نے اسے جوانی کے عالم میں دیکھا تھا اور وہ اس کی طرف مائل ہو گیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کا وعدہ بھی کیا تھا، جب حیرہ فتح ہو گیا تو اس نے مطالبہ کر دیا اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا، اس پر اس نے شہادتیں بھی پیش کیں۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ نے کرامہ کو اس کے حوالے کر دیا۔ اس کے گھر والوں اور اس کے رشتہ داروں پر یہ گراں گزرا، مگر اس (عورت) نے انہیں کہا: یہ احمق آدمی ہے، اس نے مجھے میری جوانی میں دیکھا ہوگا اور یہ سمجھتا ہے کہ جوانی ہمیشہ رہے گی، اس عورت نے شویل کو ہزار درہم دیگر اس سے اپنی جان چھڑا لی اس طرح وہ (عورت) اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ آئی۔ [1]

[1] البدایہ والنہایہ: ٦/ ٣٤٦۔

نمازِ فتح

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حیرہ فتح کیا تو آپ نے آٹھ رکعت نماز فتح ادا کی، یہ آٹھ رکعات انہوں نے ایک سلام سے ادا کیں اور کہا:

''میں غزوہ موتہ میں شریک ہوا تو اس وقت میرے ہاتھوں نو تلواریں ٹوٹیں تھیں میں نے اہل فارس جیسی بہادر قوم نہیں دیکھی اور ان میں اہل الیس کو سب سے بڑھ کر پایا۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حیرہ پر قبضہ کرنے کے بعد ایک سال تک وہاں قیام کیا اور انہوں نے خراج وصول کرنے کے لئے عمال مقرر کئے اور سرحدوں کے کمانڈر مقرر کئے، چھ لاکھ درہم جزیہ دینے کے بعد حیرہ کی صلح مکمل ہوئی، اور یہ رقم حقیقت میں بہت کم تھی، جبکہ عربوں کی نظر میں یہ رقم بہت زیادہ تھی۔ [1]

فارسی اور شراب نوشی

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فارسیوں کی طرف اپنے خطوط میں کئی مرتبہ شراب کا ذکر کیا ہے، انہیں خطوط میں سے ایک خط میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں: سن لو میں تم پر ایسی قوم کو چڑھا کر لایا ہوں جو موت کو ایسے پسند کرتی ہے جیسے تم شراب نوشی پسند کرتے ہو۔ [2]

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے ہاں شراب عام تھی اور یہ کہ وہ اسے پینے میں جلدی کرتے تھے اسی بنا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے خطوط میں شراب کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا۔

فارسیوں کی داخلی مشکلات

اسی اثنا میں اردشیر کی بادشاہت کے بعد فارسیوں کو بہت سی داخلی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اس کی وجہ یہ تھی شیری ابن کسریٰ نے کسریٰ بن قباذ کے خاندان کے ہر فرد کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا تھا، اس لئے ان کی ہمتیں اپنے ملک کے دارالخلافہ مدائن کی حفاظت

---

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۳۱۹۔

[2] تاریخ طبری: ۲/ ۳۰۸؛ البدایہ والنهایہ: ۶/ ۳۴۳۔

کرنے تک محدود ہو گئیں اور انہوں نے دریائے فرات کی شاخ نہر شیر کو عبور نہ کیا، جبکہ اس طرف حضرت مثنی رضی اللہ عنہ ڈیرے ڈالے ہوئے تھے، مگر انہوں نے لڑائی سے توقف کیا ہوا تھا، کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں پیش قدمی سے منع کیا تھا۔ الا یہ کہ مسلمانوں کی پشت پناہی کی جائے۔

انبار کی فتح

معرکہ ذات العیون

انبار کا پرانا نام فیروز سابور ہے، جب عراق کا دارالحکومت بغداد تھا تو اس وقت اس شہر کو عراق میں کافی شہرت حاصل تھی۔ یہ شہر بغداد سے تقریباً ۴۹ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس کا مغربی علاقہ فرات پر نہر عیسی کے مخرج کے قریب ہے، اس کے شمال میں بابل ہے جو کہ یہاں سے ایک سوتیں کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ مشہور ہے کہ اسے انبار اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہاں پر گندم، جو اور بھوسا کے گودام تھے۔ انبار کی جمع انابیر ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ پوری طرح تیار ہو کر انبار کی طرف روانہ ہوئے، اقرع بن حابس ہراول دستے کے امیر تھے، مسلمانوں نے انبار کا محاصرہ کرلیا۔ جس کی وجہ سے اہل انبار قلعہ بند ہو گئے اور انہوں نے خندق کھود لی، وہ اپنے قلعوں میں سے جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے۔ ساباط کا رئیس ان کا سپہ سالار تھا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خندق کا چکر لگایا اور لڑائی شروع کردی اور اپنے تیر اندازوں کو حکم دیا کہ وہ دشمن کی فوج کی آنکھوں کا نشانہ لیں، انہوں نے ایک ساتھ تیروں کا آغاز کیا اور وہ لگاتار تیر برساتے رہے ان کے تیروں نے دشمنوں کی ایک ہزار آنکھیں ضائع کردیں اس لئے اس جنگ کا نام معرکہ ذات العیون پڑ گیا۔ لوگ چیخ اٹھے کہ اہل انبار کی آنکھیں جاتی رہیں، جب شیرزاد نے یہ صورت حال دیکھی تو اپنی شرائط کے تحت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے صلح کی درخواست کی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان شرائط پر راضی نہ ہوئے، انہوں نے اس کے قاصد کو واپس بھیج دیا اور لشکر کے سارے کمزور اونٹ ذبح کئے اور انہیں خندق کی تنگ ترین جگہ پر ڈال دیا حتیٰ کہ ان کے ذریعے اس خندق کو بند کر دیا اور وہ اپنے ساتھیوں سمیت اس کے اوپر سے گزر گئے، مسلمان اور مشرکین خندق میں اکٹھے ہو گئے۔ شیرزاد نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ان کی اپنی مرضی کے مطابق صلح کرنے کی درخواست کی تو خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے اس سے صلح کرلی، یہ صلح اس بات پر ہوئی کہ اسے اس کی پناہ گاہ تک سواروں کے ایک دستے

کے ساتھ جانے دیا جائے اور وہ اپنے مال ومتاع میں سے کوئی چیز ساتھ لے کر نہیں جائے گا، اس طرح وہ بہمن جاذویہ کی طرف چلا گیا، پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انبار کے آس پاس کے لوگوں اور اہل کلواذی سے صلح کر لی۔ ❶

عین التمر کی فتح

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ انبار سے فارغ ہوئے تو زبرقان بن بدر کو وہاں جانشین مقرر کیا اور خود عین التمر کی طرف روانہ ہو گئے، یہ مغرب کی طرف صحرا کی سرحد پر تین دن کی مسافت پر ایک قلعہ ہے، مہران بن بہرام جوبین عجمیوں کے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اور عقہ بن ابی عقہ عرب کے ایک بہت بڑے لشکر اور تغلب وایاد وغیرہ کے ساتھ وہاں موجود تھے، جب انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے متعلق سنا تو عقہ نے مہران سے کہا: عرب عربوں سے لڑنا جانتے ہیں لہٰذا ہمیں خالد رضی اللہ عنہ سے لڑنے دو ہم خود ان سے نمٹ لیں گے۔ اس نے کہا: تم نے ٹھیک کہا تم عربوں سے لڑنا جانتے ہو اور ہم عجمیوں سے لڑنا جانتے ہیں، یہ کہہ کر اس نے اسے دھوکہ دیا اور اس کے ذریعے خود کو بچا لیا اور کہا: اگر تمہیں ہماری ضرورت ہوئی تو ہم تمہاری مدد کیلئے موجود ہیں۔ مہران کے فارسی ساتھیوں نے اسے اس بات پر ملامت کیا تو اس نے کہا: وہ تمہارے بادشاہوں کو قتل کر کے اور تمہاری شان وشوکت کا خاتمہ کر کے تمہارے پاس آیا ہے۔ میں نے تمہیں ان کے ذریعے اس سے بچا لیا ہے، اگر انہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر کامیابی حاصل ہوتی ہے تو وہ تمہاری کامیابی ہے، اور اگر کوئی دوسری صورت ہوتی ہے، تو دشمن تمہارے مقابلے میں اپنی طاقت کمزور کر کے آئے گا۔ اس صورت میں جب ہم ان سے جنگ کریں گے تو ہم طاقتور ہوں گے اور وہ کمزور ہوں گے۔ انہوں نے اس کی رائے کے فائق ہونے کو تسلیم کر لیا۔ عقہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو تیار کیا اسی اثنا میں عقہ اپنی صفیں درست کر رہا تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خود اس پر حملہ کر دیا اسے قابو کر کے قیدی بنا لیا اسی طرح معرکہ ذات السلاسل میں ہرمز کو قیدی بنایا تھا، اس کی فوجیں بغیر لڑائی کے پسپا ہو گئیں۔ مسلمانوں نے ان کے بہت سے افراد کو قیدی بنا لیا، انہوں نے امان کی درخواست کی تو (حضرت خالد رضی اللہ عنہ) نے انکار کر دیا لیکن وہ حضرت خالد

---

❶ البدایہ والنہایہ: ٤/ ٧٤٣؛ تاریخ الطبری: ٢/ ٣٢٢؛ المنتظم: ٤/ ١٠٦۔

رضی اللہ عنہ کے حکم پر ہتھیار ڈال کر قلعے سے نیچے اتر آئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں پکڑ کر قید کر دیا اس کے بعد انہوں نے پہلے عقہ کو قتل کیا پھران سب کو قتل کر دیا۔ قلعے میں موجود سب کو قیدی بنالیا اور اس میں جو کچھ تھا اس پر قبضہ کر لیا۔ اوران کے کلیسا میں چالیس لڑکوں کو پایا جو مذہب نسطور پر انجیل کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ کلیسا کا دروازہ بند تھا اسے توڑا گیا اوران لڑکوں کو سپہ سالاروں میں تقسیم کر دیا گیا ثقیف کے آزاد کردہ غلام ابوزیاد اور نصیر ابوموسیٰ بن نصیر انہیں لڑکوں میں سے تھے، ولید بن عقبہ کو فتح کی خبر اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ دے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ ❶

معرکہ دومۃ الجندل (رجب ۱۲ ہجری)

دومۃ الجندل دمشق سے پانچ راتوں اور مدینہ سے پندرہ راتوں کی مسافت پر واقع ایک شہر ہے۔ شام کا یہی شہر مدینہ کے سب سے زیادہ قریب ہے نیز یہ شہر تبوک کے قریب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول سن پانچ ہجری بمطابق ۶۲۶ء میں غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تھے اور غزوات شام میں سے یہی پہلا غزوہ تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شمال کی طرف دو لشکر بھیجے، ان میں سے ایک پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، اسے ابلہ کی طرف روانہ کیا اور حیرہ کی طرف بڑھنے کی ہدایت کی، جبکہ دوسرے لشکر پر عیاض کو امیر مقرر کیا اسے دومہ کی طرف اور پھر حیرہ کی طرف جانے کی ہدایت کی۔ اوران دونوں میں سے جو پہلے پہنچ جائے وہی جنگ حیرہ کا سپہ سالار ہوگا۔ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ جنہیں دومہ کی طرف بھیجا گیا تھا انہیں طویل مدت تک دشمن کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، اس لیے وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے نہ مل سکے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب ولید بن عقبہ کو عین التمر کی فتح کی خبر دے کر بھیجا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ولید کو عیاض کی مدد کے لئے عیاض رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جب خالد رضی اللہ عنہ عین التمر سے فارغ ہوئے تو انہیں حضرت عیاض کا خط ملا جس میں انہوں نے ان سے مدد کی درخواست کی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ قعقاع کو حیرہ پر امیر مقرر کر کے خود حضرت عیاض کی

❶ البدایہ والنہایہ:٦/ ٣٤٩؛ والمنتظم :٤/ ١٠٧؛تاریخ طبری: ٢/ ٣٢٤۔

طرف روانہ ہوئے، اکیدر بن عبدالملک اور جودی بن ربیعہ دونوں دومہ کے رئیس تھے۔ بنو کلب اور صحراء شام کے دیگر قبائل ان دونوں کی مدد کرتے تھے۔ جب اکیدر نے خالد رضی اللہ عنہ کی پیش قدمی کے متعلق سنا تو وہ خوف زدہ ہو گیا اور اس نے اطاعت اختیار کرنے میں جلدی کی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے قید کرنے کے بعد قتل کر دیا اور اس کے مال و متاع پر قبضہ کر لیا، حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف سے دشمن قبائل پر حملہ کیا جبکہ خالد رضی اللہ عنہ نے فارس کی جہت سے حملہ کر کے دشمن کو شکست فاش سے دوچار کیا، جودی کو قید کر لیا، پھر اسے اور دیگر قیدیوں کو قتل کر دیا گیا اور ان کے قلعوں پر قبضہ کر لیا، بچوں کو غلام بنا لیا۔ اس کے بعد مویشیوں اور بچوں کو نیلام کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جودی کی بیٹی خرید لی یہ لڑکی بہت زیادہ حسین و جمیل تھی۔ انہوں نے میدان قتال میں اس سے شادی کر لی، پھر حیرہ کی طرف لوٹ آئے اس کے بعد وہ اہل مدائن سے لڑائی کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کو ناپسند کرتے ہوئے وہ اس سے باز رہے۔ ❶

عراق کی طرف قصد (۱۲ہجری)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی نے فارسیوں اور ان کے عرب حمایتیوں کے حوصلے بڑھا دیئے، خاص طور پر بنو تغلب کا مسلمانوں پر حملے کرنا، عجمیوں کا مسلمانوں کے متعلق طمع رکھنا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عقہ کو قتل کر دیا تھا اس لیے جزیرے کے عرب قبائل بھی مسلمانوں سے ناراض تھے۔ اس لیے انہوں نے بھی اسلام دشمن عناصر سے خط و کتاب شروع کر دی۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ انبار شہر کے دفاع کی استطاعت رکھتے تھے۔ جب خالد روانہ ہوئے تو ان کے ہراول دستے کے امیر اقرع بن حابس تھے اور انہوں نے حیرہ سے کوچ کرتے وقت اس پر عیاض بن غنم کو جانشین مقرر کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرات کے مشرقی ساحل سے فارسیوں پر حملہ کیا۔ انہیں شکست سے دوچار کر کے ان کے کمانڈروں کو قتل کر دیا اور بدویوں پر مغربی ساحل سے اس وقت حملہ کیا جب وہ سو رہے تھے اس طرح ان سب کو حالت نیند میں تہہ تیغ کر دیا، ان کے بچوں کو غلام بنا لیا اور مال غنیمت مدینہ بھیج دیا۔ ❷

❶ البدایہ والنہایہ: ٤/ ٧٤٤؛ تاریخ طبری: ٢/ ٣٢٤۔

❷ البدایہ والنہایہ: ٤/ ٧٤٥؛ تاریخ طبری: ٢/ ٣٢٥؛ المنتظم: ٤/ ١٠٨۔

معرکۂ الفراض

فارسیوں، رومیوں اور عرب قبائل کو شکست (ذوالقعدہ ۱۲ ہجری)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فراض کا قصد کیا۔ الفراض پر شام و عراق اور جزیرہ کی سرحدیں ملتی ہیں، آپ نے اس سفر میں مسلسل غزوات کی وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھے، الفراض میں مسلمانوں کا اجتماع دیکھ کر اہل روم کی رگ حمیت جوش میں آ گئی اور وہ بہت غضب ناک ہوئے، انہوں نے اپنے قریب کی اہل فارس کی چوکیوں سے نیز قبائل تغلب، ایاد اور نمر سے بھی مدد طلب کی، ان تمام قبائل نے ان کی بھرپور مدد کی اور وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرنے کیلئے آگے بڑھے جب وہ دریائے فرات پہنچے تو انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: یا تو تم ہماری طرف آ جاؤ بصورت دیگر ہم تمہاری طرف آ جاتے ہیں، خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ہی ہماری طرف آ جاؤ۔ انہوں نے کہا: اچھا سامنے سے ہٹو ہم دریا عبور کر کے آتے ہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ البتہ تم یہاں سے تھوڑا نیچے جا کر عبور کر سکتے ہو اس مسئلہ پر رومیوں اور فارسیوں میں اختلاف ہوا۔ ان میں سے بعض نے کہا ہمیں اپنے ملک میں رہ کر لڑنا چاہئے کیونکہ یہ شخص اپنے دین کی حمایت کیلئے لڑ رہا ہے اور وہ عقل و علم بھی رکھتا ہے، اللہ کی قسم! وہ کامیاب ہوگا اور ہم ناکام ہو کر ذلت اٹھائیں گے بالآخر انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی فوج سے تھوڑا پیچھے ہٹ کر زیریں راستے سے دریا عبور کیا، جب انہوں نے دریا عبور کر لیا تو رومیوں نے کہا: الگ الگ ہو جاؤ تاکہ واضح ہو جائے کہ اچھا یا برا نتیجہ کس کے سر ہے، چنانچہ یہ لوگ الگ الگ ہو گئے اس کے بعد لڑائی شروع ہوئی اور دیر تک شدید خون ریز معرکہ جاری رہا بالآخر اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست سے دوچار کیا، طبری کی روایت کے مطابق معرکہ فراض میں لڑائی اور تعاقب میں ایک لاکھ افراد قتل ہوئے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ کے بعد فراض میں دس روز قیام کیا، پھر پچیس ذوالقعدہ کو حیرہ کی طرف واپس کوچ کیا۔ [1]

[1] البدایہ والنہایہ: ٤/ ٧٤٧؛ تاریخ طبری: ٢/ ٣٢٨؛ المنتظم: ٤/ ١١٠۔

مسٹر مویر نے اپنی کتاب الخلافہ ص:۶۱ میں اس معرکہ کے تذکرہ میں لکھا ہے:

"ایک لاکھ کی تعداد کا قتل ہونا من گھڑت اور بے حقیقت اضافہ ہے۔"

وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ اتنی بڑی تعداد کے قتل کو عقل تسلیم نہیں کرتی ہے۔ مسٹر مویر کے تردید کا سبب شاید یہ ہے کہ مؤرخین نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر اور دشمن کے لشکر کی تعداد کا ذکر نہیں کیا، لیکن یہ حقیقت عیاں ہے کہ دشمن کا لشکر بہت بڑا تھا، کیونکہ وہ تین لشکروں کے اتحاد سے تشکیل پایا تھا، فارسیوں، رومیوں اور عرب قبائل جوان کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ جب معرکہ ان لشکروں کی شکستِ تام کے ساتھ اختتام کو پہنچا تو لازمی بات ہے کہ مقتولین کی تعداد بہت زیادہ ہوگی، خواہ حتمی طور پر ایک لاکھ کی تعداد نہ ہو جیسا کہ طبری نے روایت کیا ہے لیکن اس کے قریب قریب ضرور ہوگی۔

قعقاع معرکہ فراض کے متعلق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

لَقِينَا بِالْفِرَاضِ جُمُوعَ رُوْمٍ وَفُرْسٍ غَمَّهَا طُوْلُ السَّلَامِ

وَبِذْنَا جَمْعَهُمْ لَمَّا الْتَقَيْنَا وَبَيَّتْنَا بِجَمْعِ بَنِيْ رَزَامِ

فَمَا فُتِئَتْ جُنُوْدُ السِّلْمِ حَتّٰى رَأَيْنَا الْقَوْمَ كَالْغَنَمِ السُّوَامِ

"ہم فراض میں رومیوں اور فارسیوں کے لشکر سے ٹکرائے۔ ہماری مسلسل سلامتی نے انہیں رنجیدہ کر دیا۔ جب ہم ان کے آمنے سامنے ہوئے تو ہم نے ان کے لشکر کا جواں مردی سے مقابلہ کیا۔ اور ہم نے بنو رزام کے لشکر پر شب خون مارا۔ مسلمانوں کا لشکر مسلسل جواں مردی سے مقابلہ کرتا رہا حتیٰ کہ ہم نے ان لوگوں کو بے ترتیب اور جدھر منہ اٹھے ادھر جاتی ہوئی بکریوں کی طرح دیکھا۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مخفی طور پر حج کرنا (ذوالحجہ ۱۲ ہجری)

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ دشمن کو شکست دے چکے تو انہیں زیارت مکہ کا شوق ہوا تاکہ وہ فریضہ حج ادا کر سکیں، انہوں نے اسے مخفی رکھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اجازت بھی

حاصل نہ کی۔ انہوں نے اپنے لشکر کو حیرہ واپس جانے کا حکم دیا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ لشکر کے آخر پر آئیں گے، پچیس ذوالقعدہ کو اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سفر میں ان کے ساتھ کوئی راہنما بھی نہیں تھا، وہ راستے کی صعوبت کے باوجود تیزی کے ساتھ صحرا سے گزر گئے۔

جب انہوں نے فریضہ حج ادا کر لیا تو وہ فصل ربیع کے اوائل میں حیرہ واپس آ گئے۔ اس طرح فوج سے ان کی غیر حاضری بہت تھوڑے عرصے رہی کیونکہ لشکر کا آخری دستہ حیرہ نہیں پہنچا تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے بنائے ہوئے ساقہ نامی دستے سے آ ملے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے سر منڈے ہوئے تھے، انہوں نے اس سفر کو اس قدر مخفی رکھا کہ لوگ یہی سمجھتے رہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ فراض میں ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی خالد کے حج کی خبر نہ ہوئی حالانکہ وہ بھی حج میں شریک تھے، البتہ کچھ دیر بعد انہیں خبر مل گئی تو انہوں نے بہت برا محسوس کیا اور ان (خالد) پر عتاب فرمایا اور ان کو یہ سزا دی کہ انہیں شام کی طرف روانہ کر دیا تاکہ وہ یرموک میں مسلمانوں کے لشکر کی امداد کریں۔ انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف جو خط لکھا اس کی عبارت درج ذیل ہے:

> ”تم چلتے جاؤ حتیٰ کہ تم یرموک میں مسلمانوں کے لشکر سے جا ملو، کیونکہ وہ اس وقت دشمن کے نرغے میں ہیں اور زخمی ہیں، اور یہ حرکت جو تم نے ابھی کی ہے دوبارہ نہیں کرنا۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ تم مسلمانوں کو دشمن کے نرغے سے صاف بچا لاتے ہو اور تمہارے سامنے دشمن کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ اے ابوسلیمان! ☆ میں آپ کو آپ کے اخلاص اور خوش قسمتی پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اس مہم کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا، فخر و غرور کا شکار نہ ہو جانا ورنہ ناکام و نامراد ہو جاؤ گے، کسی بھی عمل پر نازاں نہ ہونا، کیونکہ اللہ ہی احسان کرنے والا اور وہی جزا دینے والا ہے۔“

اس سال سن ۱۲ ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عاتکہ بنت زید سے شادی کی، ابو مرثد غنوی اسی سال فوت ہوئے۔ یہ وہی ابو مرثد کناز بن حصین ہیں جنہوں نے حضرت

☆ ابوسلیمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

حمزہ رضی اللہ عنہ کے وفد میں جھنڈا اٹھایا تھا اور یہ پہلا جھنڈا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی ساتھی کو عطا کیا تھا۔ حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اسی سال ذوالحجہ میں وفات پائی وہ غزوۂ بدر کے قیدیوں میں سے تھے۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے نیز یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی خالہ ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ انہوں نے اپنی موت کے وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنے بچوں کا کفیل مقرر فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی بیٹی امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی۔ اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام اسلم کو خریدا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسی سال حج کیا اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ پر جانشین مقرر کیا جیسا کہ واقدی نے ذکر کیا ہے۔ [1]

غزوۂ شام (۱۲،۱۳ھ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حج سے واپس آئے تو انہوں نے حضرت خالد بن سعید بن العاص کی قیادت میں شام کی طرف لشکر روانہ کرنے کا قصد فرمایا اور یہ پہلا فوجی دستہ تھا جو آپ نے شام کی طرف روانہ کیا، حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے شروع میں اسلام قبول کیا تھا اور حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، البتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لشکر کو روانہ کرنے سے تھوڑا عرصہ پہلے انہیں معزول کر دیا تھا، اور انہیں معزول کرنے کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے میں دو ماہ تک تاخیر کی تھی نیز یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا تھا: اے ابوالحسن! اے بنوعبد مناف! کیا تم اس (خلافت) کے حصول میں مغلوب ہو گئے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرنا دیکھ رہے ہو یا خلافت؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں تو ان کے بارے میں کوئی رنجش نہیں تھی البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ناراض تھے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں سالار لشکر بنایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مسلسل کوشش رہی کہ اسے معزول کرا دیں بالآخر وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گئے اور اور انہیں سپہ سالاری سے سبکدوش کروا کر تیماء میں مسلمانوں کے امدادی دستے پر

[1] المنتظم: ٤/ ١١١؛ تاریخ طبری: ٢/ ٣٢٩، ٣٤١۔

متعین کروادیا، اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان کے حکم کے بغیر وہاں سے نہ جائیں اور آس پاس والے عربوں کو دعوت دیں اور ان میں سے ان لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کریں جو مرتد نہ ہوئے ہوں اور جو تم سے قتال کرے تم فقط اسی سے قتال کرنا، جب روم کے بہت سے لشکر ان کے خلاف جمع ہو گئے تو اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا اور ان سے کہا کہ اتنا آگے نہ نکل جانا کہ پیچھے سے دشمن کو حملہ کرنے کا موقع مل جائے۔ چنانچہ انہوں نے شمال کی جانب بحر مردار کی طرف پیش قدمی کی ان کے مقابلے میں باہان نامی رومی پادری آیا، جب انہوں نے دیکھا کہ وہ بہت آگے نکل گئے ہیں تو انہوں نے مدد طلب کرنے کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔

اس وقت مسلمانوں کے لشکر یمن میں مرتدین کو شکست دینے کے بعد مدینہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ چکے تھے نیز وہ دوسرے علاقوں میں لڑنے کی صلاحیت رکھتے تھے، چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس وقت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو شمال میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی امداد کے لئے بھیجا۔ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے فصل ربیع کے اوائل میں لڑائی کرنے میں جلدی کی، حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں لڑائی سے گریز کرنے کا حکم دیا تھا لیکن وہ بھول گئے، انہوں نے دمشق کی طرف باہان کی کمین گاہ پر حملہ کر دیا، اس طرح وہ فلسطین کی جانب مرج الصفر تک اور مشرق کی طرف بحیریہ طبریہ تک پہنچ گئے، وہاں پیچھے کی جانب دشمن تھا اس نے پیچھے کی طرف سے ان کا گھیراؤ کر کے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا جبکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف فرار ہو گئے اب فوج کی معاونت کے لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے، انہوں نے باہان اور اس کے لشکر کو حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کا تعاقب کرنے سے باز رکھا۔ اس وقت حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا قیام شام کے قریب کسی مقام پر تھا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو ایک بڑے لشکر پر امیر مقرر کیا، مکہ سے سہیل بن عمرو اور ان جیسے صحابہ کرام اس لشکر میں شریک تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیدل چلتے ہوئے اس لشکر کو رخصت کیا، انہیں اور دیگر امرا کو وصیتیں بھی کیں۔ [1]

---

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۳۳۱؛ المنتظم: ۴/ ۱۱۶۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یزید بن ابی سفیان کو وصیت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یزید کو جو وصیتیں کیں وہ درج ذیل ہیں:

''میں نے تمہیں اس لئے امیر مقرر کیا ہے تا کہ میں تمہیں آزماؤں اور تمہارا تجربہ کروں اگر تم نے اچھی کارکردگی دکھائی تو میں تمہیں دوبارہ ذمہ داری دوں گا بلکہ اس میں اضافہ کروں گا، اور اگر تمہاری کارکردگی اچھی نہ رہی تو میں تمہیں معزول کر دوں گا، تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا کیونکہ وہ تمہارے باطن سے ایسے ہی آگاہ ہے جیسے وہ تمہارے ظاہر سے آگاہ ہے۔ وہی لوگ اللہ کو زیادہ محبوب ہیں جو ان میں سب سے بڑھ کر اس کے اطاعت گزار ہوتے ہیں اور وہی لوگ اللہ کے زیادہ قریب ہیں جو زیادہ سے زیادہ اعمال کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں نے تمہیں خالد کی ذمہ داری سونپی ہے۔ جاہلیت کی خامیوں سے بچتے رہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے مرتکبین کو ناپسند کرتا ہے، جب تم اپنی فوج کے پاس جاؤ تو ان سے حسن سلوک کرنا، ان سے بھلائی کرنا اور ان سے اسی کا وعدہ کرنا، جب تم انہیں وعظ و نصیحت کرو تو مختصر کرو، کیونکہ زیادہ کلام بعض حصے کو بھلا دیتا ہے، خود کو درست رکھنا لوگ تمہارے لئے خود بخود درست ہو جائیں گے، نماز میں خشوع و خضوع، مکمل رکوع و سجود اور نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرنا، جب دشمن کے قاصد تیرے پاس آئیں تو ان کی تکریم کرنا، ان کا قیام مختصر کرنا تا کہ وہ تیری فوج کی نقل و حرکت کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہ کر سکیں، انہیں معائنہ نہ کرانا ورنہ وہ تمہارے گھوڑوں اور لشکر کے متعلق جان لیں گے، انہیں اپنی فوج کے انبوہ میں اتارنا اور آپ کے علاوہ ان سے کوئی بات نہ کرے، ان سے کلام کا اختیار صرف تمہیں ہو، اپنے راز افشاں نہ کرنا ورنہ تیرا معاملہ خلط ملط ہو جائے گا۔ جب تو مشورہ طلب کرے تو سچی بات کرنا اس طرح تمہیں سچا مشورہ ملے گا۔ مشیر سے اپنی

خبر نہ چھپانا ورنہ غلط مشورے کا نقصان تیری وجہ سے ہوگا۔ اپنے ساتھیوں سے رات کے وقت باتیں کرنا جس کی وجہ سے تم حالات سے باخبر رہو گے اور تجھ پر مخفی چیزیں عیاں ہو جائیں گی، اپنے پہرہ دار زیادہ کرنا اور انہیں اپنی فوج میں پھیلا دینا، انہیں وقتاً فوقتاً اطلاع دیئے بغیر چیک کرتے رہنا، تم جسے اپنی ڈیوٹی سے غافل پاؤ تو اسے ادب سکھانا اور افراط کے بغیر اسے سزا دینا، رات کے وقت ان کی ڈیوٹی بدلتے رہنا اور پہلی باری کو دوسری باری سے لمبا رکھنا کیونکہ دن کے قریب ہونے کی وجہ سے وہ دوسری باری سے زیادہ آسان ہے، عقوبت کے مستحق شخص سے خوف زدہ نہیں ہونا، اس میں سستی کرنا اور نہ تیزی دکھانا اور مدافعانہ انداز اختیار کرتے ہوئے اس سے دست کش نہ ہونا۔ اپنی فوج کے اہلکاروں سے غافل نہ ہونا ورنہ تو انہیں خراب کر دے گا، ان کی جاسوسی نہ کرنا ورنہ تو انہیں رسوا کر دے گا۔ لوگوں کے راز افشاں نہ کرنا بس ان کی ظاہری حالت پر اکتفا کرنا، فضول اور بے مقصد لوگوں کی ہم نشینی اختیار نہ کرنا، اہل صدق و وفا کے ساتھ بیٹھنا، اچھے دوست بنانا، بزدلی نہ دکھانا ورنہ باقی لوگ بھی بزدل ہو جائیں گے، مال غنیمت میں خیانت کرنے سے بچنا کیونکہ وہ فقر کا سبب بنتی ہے اور نصرت کو دور کرتی ہے۔ تم وہاں ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو کلیساؤں اور گرجوں میں ہوں گے جب وہ اپنے آپ کو وہاں رکھیں، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔“

یہ وہ بہترین وصیتیں ہیں جو حکمرانوں کے لئے نہایت مفید ہیں ۔ کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں قائد کے اپنی فوج اور اس کے دشمن کے حوالے سے جو واجبات ہیں ان کا ذکر کیا ہے اور قائد کو ان دین داروں سے جنہوں نے اپنے آپ کو کلیساؤں اور گرجوں میں روک رکھا ہے ان کے دین کا احترام کرتے ہوئے ان سے تعرض کرنے سے منع کیا ہے۔

انہوں نے فوج کو تین قسموں میں تقسیم کیا، ہر حصہ پانچ ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا، ان میں سے دو پر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا جو کہ حضرت خالد بن

ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تھے، اور تیسرے حصہ پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، اور ہر لشکر کے لئے شام میں اس کی جہت وسمت کا تعین کیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایلہ کی طرف خلیج عقبہ کے بالائی حصے پر متعین کر دیا، پھر یہاں سے انہوں نے جنوب شام یا فلسطین میں جہاد کیا، حضرت یزید رضی اللہ عنہ اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو تبوک کی طرف روانہ کیا، پھر انہوں نے شام کے وسطی علاقوں میں جہاد کیا۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی یزید رضی اللہ عنہ کا جھنڈا اٹھایا، جبکہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ خوشی سے شرحبیل رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے، ان تینوں امرا کا تعین ماہ صفر سن ۱۳ ہجری میں ہوا، پھر جب دوسرے لشکر مدینہ پہنچے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کے لشکروں کی امداد کے لئے بھیج دیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ اس طرح ان بھیجے گئے لشکروں کی تعداد چار ہو گئی۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان چاروں کے امیر تھے، لشکر جرار کی تعداد چوبیس ہزار ہو گئی تقریباً اتنی ہی تعداد جیش عکرمہ کی تھی، جیش شام میں ایک ہزار صحابہ روانہ ہوئے، اور ان میں سو صحابہ کرام ایسے بھی تھے جنہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی جبکہ جیش عراق میں صحابہ شریک نہیں ہوئے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بلقاء کے دروازے کی طرف پیش قدمی کی، اور وہاں کے باشندوں سے جہاد کیا۔ بعد میں ان لوگوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی اور یہ شام میں پہلی صلح تھی۔

شام کی فتح کے لئے سازگار حالات

شہنشاہ روم جنوبی فلسطین کے عرب قبائل کے ساتھ سالانہ مالی تعاون کیا کرتا تھا، ماسوا اس ایک سال کے کہ جس میں اس نے فارسیوں کی لڑائی میں ان کے فوجی اخراجات برداشت کئے تھے، اس وجہ سے وہ بے بس ہو گیا تھا لہٰذا اس نے اس سال اپنے اخراجات کو متوازن رکھنے کے لئے عرب قبائل کے ساتھ تعاون نہیں کیا۔ اس کے اس سال عدم تعاون کی وجہ سے ان عرب قبائل نے خود کو روم کے حلیف ہونے کی قید سے آزاد تصور کیا اسی چیز کو بنیاد بنا کر وہ مسلمانوں کے ساتھ مل گئے، مسلمانوں کے ساتھ ملنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ

شامیوں نے ٹیکسوں کی بھرمار سے بھی انہیں پریشان کر رکھا تھا جبکہ وہ دینی ظلم وستم کا شکار تو پہلے ہی تھے۔اس لئے ان کے دلوں میں رومیوں کے ساتھ ہمدردی کے جذبات سرد پڑ چکے تھے۔ نیز وہ عربوں کے حسن سلوک اور عدل وانصاف کی وجہ سے عرب حکومت کو بہتر سمجھتے تھےاور یہ تمام حالات مسلمان حملہ آوروں کے لئے مناسب تھے۔

ہرقل کی تیاری

مسلمان امرا شام تک پہنچ گئے، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ معرقہ کے راستے ہوتے ہوئے عربہ پہنچے، یہ بحر مردار اور خلیج عقبہ کے درمیان ایک وادی ہے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں پڑاوَ ڈالا، یزید رضی اللہ عنہ بلقاء پہنچے اور شرحبیل رضی اللہ عنہ نے اردن کا قصد کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بُصریٰ میں پڑاوَ ڈالا۔ رومیوں کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ہرقل کو خط لکھا، وہ اس وقت قدس میں تھا۔اس نے کہا: میری رائے تو یہی ہے کہ تم مسلمانوں سے صلح کرلو، اللہ کی قسم! اگر تم شام سے حاصل ہونے والی آمدن کے نصف پر ان سے صلح کرلو تو اس کا نصف اور روم کے شہر تمہارے پاس باقی رہ جائیں گے، اور یہ چیز تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ شام اور نصف بلادِ روم تم سے چھین لیں، لیکن انہوں نے اس سے اتفاق نہ کیا بلکہ اس کی مخالفت کی، چنانچہ ہرقل نے اپنا لشکر تشکیل دیا اور وہ انہیں لے کر حمص کی طرف روانہ ہوا وہاں پڑاوَ ڈالا اور لشکر کی صف آرائی کی، اس نے اپنی کثرت فوج کی وجہ سے یہ منصوبہ بندی کی کہ وہ اپنی فوج کے ہر ایک گروہ کے ذریعے مسلمانوں کے ہر گروہ کو مشغول رکھے تاکہ مسلمانوں کا ہر گروہ اپنے مدمقابل سے کمزور ہو جائے، چنانچہ اس نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے حقیقی بھائی تذارق کو نوے ہزار فوج دے کر بھیجا اور اس کے پیچھے ایک افسر کو ساقہ متعین کیا اس دستے کے کمانڈر نے فلسطین کے بالائی علاقے جلق کے پہاڑی راستے پر پڑاوَ ڈالا، جرجہ بن توذرا کو یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا اور وہ حضرت یزید رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں صف آراء ہوا، دراقص کو شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے مقابل بھیجا، فیقار بن نسطوس کو ساٹھ ہزار فوج دے کر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔دشمن کی اس بڑی تیاری کو دیکھ کر مسلمان گھبرا گئے اور انہوں

نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر ان سے دریافت کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اب بہترین صورت یہ کہ تم سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ کیونکہ جمع ہونے کے بعد باوجود قلت تعداد کے تمہیں مغلوب کرنا آسان نہیں ہوگا، اگر ہم منتشر رہے تو پھر ہماری کوئی بھی جماعت ہمارے دشمن کی کثرت کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گی۔ انہوں نے ایک خط حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھی لکھا تو انہوں نے بھی عمرو رضی اللہ عنہ کے مثل جواب دیا، اور کہا: تم جیسے لوگ قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتے، گناہوں سے لبریز اگر دس ہزار ہوں تو وہ بھی مغلوب ہو جائیں گے، پس تم گناہوں سے بچو اور متحد ہو کر یرموک کے مقام پر اکٹھے ہو جاؤ، اور تم میں سے ہر شخص اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھے۔

مسلمانوں کے تمام گروہوں کی تعداد اکیس ہزار تھی، البتہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا چھ ہزار کا لشکر اس کے علاوہ تھا، ہرقل کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے پادریوں کو حکم دیا کہ مسلمانوں کے مقابلے کے لیے لوگوں کو جمع کریں، ادھر مسلمان بھی یرموک کے مقام پر جمع ہو گئے جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا تھا ادھر رومی بھی وہاں جمع ہو گئے تذارق ان کا سپہ سالار تھا، ہراول دستے کا کمانڈر جرجہ تھا جبکہ فوج کے دائیں اور بائیں بازو کے کمانڈر دراقص اور باہان تھے ان کی پشت محفوظ تھی اور فیقار امیر حرب تھا۔ انہوں نے واقوصہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا جو کہ یرموک کے کنارے پر ہے، اس وادی نے ان کو خندق کا کام دیا، باہان اور اس کے ساتھیوں کی یہ خواہش تھی کہ رومیوں کے دل سے مسلمانوں کی ہیبت نکل جائے اور وہ ان کو ہوا سمجھنا چھوڑ دیں، مسلمان اپنے پڑاؤ کی جگہ سے جہاں وہ اکٹھے ہوئے تھے اٹھ کر رومیوں کے بالکل سامنے ان کے راستے پر ٹھہر گئے رومیوں کے پاس بس یہی ایک گزرگاہ تھی، یہ دیکھ کر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگو! خوش ہو جاؤ، اللہ کی قسم! رومی گھیرے میں آ گئے، اور محصور کا انجام بہتر نہیں ہوتا۔ مسلمانوں نے ماہ صفر، ربیع الاوّل اور ربیع الثانی وہاں قیام کیا، لیکن وہ ان تک پہنچنے سے قاصر تھے کیونکہ رومیوں کے پیچھے واقوصہ کی وادی اور سامنے خندق تھی اور جب کبھی رومی مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے تو مسلمانوں نے انہیں پسپا کر دیا اور تمام مسلمان لشکر اپنے

اپنے امیر کے پرچم تلے جنگ کرتے تھے انہیں کوئی اکٹھا نہ کر سکا حتیٰ کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب عراق سے یہاں پہنچے تو انہوں نے تمام مسلم لشکروں کو ایک امیر کے پرچم کے سایہ تلے جمع کیا، ادھر پادری اور راہب رومیوں کو اشتعال دلا رہے تھے۔ ❶

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۳۳۴؛المنتظم: ٤/ ۱۱۷؛البدایہ والنہایہ: ٥/ ۱٥۱-

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا عراق سے شام کی طرف جانا

معرکۂ یرموک

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا شام سے لڑائی کرنے کا اہتمام عراق سے لڑائی کرنے کے اہتمام سے کہیں زیادہ تھا۔ اسی لئے انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بڑی تاکید سے طلب کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ آدھی فوج پر حضرت مثنی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنا کر بقیہ نصف فوج کو اپنے ساتھ لے کر شام کی طرف چلیں اور ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ شام میں کامیاب ہو گئے تو وہ انہیں دوبارہ عراق بھیج دیں گے، اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کا انتخاب کرنا شروع کیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے دستہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو شامل کرنے کو ترجیح دی اور حضرت مثنی رضی اللہ عنہ کے لئے اتنی ہی تعداد میں وہ لوگ چھوڑ دیئے جو اہل قناعت تو تھے مگر انہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل نہیں تھا پھر لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس پر حضرت مثنی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو محض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم کے نفاذ اور اس پر عمل کرنے کا پابند ہوں اور اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بغیر مجھے نصرت کی امید نہیں، جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ صورت دیکھی تو انہوں نے انہیں بھی راضی کر دیا، جو لشکر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہوا تھا اس کی تعداد نو ہزار تھی، حضرت مثنی رضی اللہ عنہ انہیں الوداع کرنے کے لئے صحراء کی حد تک ان کے ساتھ گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے جب وہ قراقر پہنچے جو کہ بنو کلب کا آبی ذخیرہ ہے تو انہوں نے وہاں کے باشندوں پر حملہ کر دیا، ان کا ارادہ تھا کہ وہ یہاں سے کامیاب ہونے کے بعد سوی کی طرف جائیں جو کہ بہراء کا آبی ذخیرہ ہے پھر وہ اراک آئے یہاں کے باشندوں نے ان سے صلح کر لی، پھر وہ تدمر آئے اور اسے بھی صلح کے ذریعے فتح کر لیا، اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب وہ اس کے پاس سے گزرے تو اس کے راستے میں اس (تدمر) کے باشندوں نے ان سے حفاظتی تدبیر کی اور ان کا ہر طرف سے احاطہ کر لیا اور یہ ان پر قابو نہ پا سکے، اور جب سواریوں نے انہیں عاجز کر دیا تو انہوں نے کہا:

اے اہل تدمر! اللہ کی قسم! اگر تم بادلوں میں بھی ہوتے تو ہم تمہیں نیچے اتار لیتے اور اللہ تعالیٰ ہمیں تم پر غالب کر دیتا، اور اگر تم نے صلح نہ کی تو ہم ابھی تمہاری طرف آئیں گے اور تمہارے شہر میں داخل ہو کر تمہارے جنگجوؤں کو قتل کر دیں گے اور تمہارے بچوں کو قیدی بنالیں گے۔ پس جب قاصد ان کے ہاں سے واپس ہوا تو انہوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف وفد بھیجا اور ان سے ان کی مرضی کے مطابق صلح کی درخواست کی تو وہ راضی ہو گئے، پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے القریتین پہنچ کر ان سے قتال کیا اور ان پر کامیابی حاصل کی، مال غنیمت حاصل کرنے کے بعد وہ حوارین آئے، اس کے باسیوں سے قتال کیا، انہیں بھی شکست دی، انہیں قتل کیا اور قیدی بنایا۔ پھر یہاں سے قصم آئے اور یہ (قصم) جنگل میں شام کے قریب عراق کی طرف ایک جگہ ہے، وہاں بنو مشجعہ نے جو بنو قضاعہ سے تھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی پھر وہ مزید پیش قدمی کرتے ہوئے عقاب کے پہاڑی راستے پر پہنچے، اور یہ بلند پہاڑی راستہ غوطۂ دمشق (دمشق کی سرسبز و شاداب جگہ) پر واقع ہے۔ قاصد اسی سرزمین پر چلتے ہوئے جب دمشق سے حمص جاتا ہے تو وہ عقاب کا جھنڈا جو کہ سیاہ جھنڈا تھا لہراتے ہوئے آتا ہے، پھر انہوں نے سفر شروع کیا جب وہ مرج راہط پر پہنچے تو انہوں نے بنو غسان پر ان کے ایسٹر کے دن حملہ کر کے انہیں شکست دی اور وہاں سے ایک لشکر غوطہ کے کنیسہ کی طرف بھیجا۔ اس لشکر نے مردوں کو قتل کر دیا اور عورتوں کو قیدی بنالیا، گرفتار شدہ عورتوں اور بچوں کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا، خالد رضی اللہ عنہ پیش قدمی کرتے ہوئے بُصری پہنچ گئے۔ وہاں موجود لوگوں سے قتال کیا۔ ان پر کامیابی حاصل کرنے کے بعد ان سے سمجھوتہ کر لیا۔ بصری پہلا شہر تھا جو شام میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کی عراقی فوجوں کے ہاتھوں فتح ہوا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ پھر انہوں نے سفر شروع کیا اور ربیع الآخر میں یرموک کے مقام پر مسلمانوں سے آملے، وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ مسلمان الگ الگ امیر کی قیادت میں رومیوں سے قتال کر رہے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک لشکر کی، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

دوسرے لشکر کی، شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ تیسرے لشکر کی اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ چوتھے لشکر کی قیادت کررہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"یہ آج کا دن اللہ تعالیٰ کے اہم ترین دنوں میں سے ہے، آج کسی کو فخر اور خود آرائی سے کام نہیں لینا چاہئے۔ خلوص نیت سے جہاد کرو اور عمل صرف اللہ ہی کیلئے کرو، آج کی کامیابی ہمیشہ کی کامیابی ہے (ایک مرتب اور منظم فوج کے ساتھ تمہارا منتشر ہوکر لڑنا کسی طرح بھی درست نہیں) اگر ان کو جو تم سے دور ہیں تمہاری اس صورت حال کی خبر پہنچ جائے تو وہ تمہیں منتشر ہوکر لڑنے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے، جس امر میں تمہیں کوئی خاص حکم نہیں ملا تم اس کو ایک صائب رائے کے ساتھ انجام دو تو گویا وہ تمہارے امیر اور اس کے خیر خواہوں کا حکم ہے۔" یہ سن کر انہوں نے کہا: آپ اپنے خیالات سے ہمیں آگاہ فرمائیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: "مسلمانوں کے لئے یہ موقع اس سے پہلے کے مواقع سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ مشرکین کو چونکہ کافی مدد مل گئی ہے اس لئے ان کے لئے یہ موقع بہت سازگار ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ دنیا نے تمہیں الگ الگ کر رکھا ہے، اللہ کی قسم! آ جاؤ ہم امارت میں باہم تعاون کریں، ایسے ہونا چاہئے کہ ہم میں سے کوئی آج ہمارا امیر ہو اور کوئی کل اور کوئی پرسوں حتیٰ کہ تم سب باری باری قیادت کرو۔ آج مجھے اپنا امیر بنالو، انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔"

جب انہوں نے انہیں امیر بنالیا تو خالد رضی اللہ عنہ کی قیادت ہی میں مسلمان فتح سے ہمکنار ہوگئے جس روز یہ فتح ہوئی، اسی روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی پورے شام پر امارت اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کی اطلاع لے کر قاصد وہاں پہنچ گیا، آپ نے اس سے وہ خط لیا اور اسے اپنے ترکش میں رکھ لیا، اور اس قاصد پر ایک آدمی مامور کردیا جو اسے اس معاملے کے متعلق لوگوں کو بتانے سے

منع کرے، تاکہ وہ ضعف کا شکار نہ ہو جائیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ دشمن کو شکست سے دوچار کر دے، اس جنگ میں دشمن کے تقریباً ایک لاکھ افراد مارے گئے، پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کی امارت ان کی سپرد کر دی۔ (1)

لشکروں کا اتحاد اور مسلمانوں کی کامیابی

مسلمانوں کے لشکر کی تعداد درج ذیل تھی:

چاروں امرا کے لشکر کی تعداد:	اکیس ہزار
حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تعداد:	چھ ہزار
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تعداد:	نو ہزار
حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تعداد:	تین ہزار
مسلمانوں کے لشکر کی مجموعی تعداد:	انتالیس ہزار اور بعض نے کہا چالیس ہزار

رومیوں کا لشکر

اسی ہزار بیڑیاں پہنے ہوئے تھے۔ چالیس ہزار مرنے کیلئے تیار تھے۔ چالیس ہزار عماموں کے ساتھ مربوط تھے تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں اور ان کی مجموعی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار تھی۔ دونوں لشکروں میں شہ سواروں کی تعداد کا پتہ نہیں چل سکا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو تیار کیا اور اسے چالیس دستوں میں تقسیم کیا اور ہر جماعت پر ایک بہادر شخص کو امیر مقرر کیا اور پوری فوج کو مجموعی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا، وسط، دائیں اور بائیں۔ وسطی حصے پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ دائیں حصے پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ بائیں حصے پر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا۔ جاسوسی کے افسر حضرت قباث بن اشیم رضی اللہ عنہ تھے اور سامان پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، فوج کے حوصلے بلند رکھنے کیلئے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو مامور کیا گیا تھا وہ کچھ دور چلتے پھر فوج کے دستوں

(1) تاریخ طبری: ۲/ ٤٤٥؛ البدایہ والنہایہ: ۷/ ۹۳

کے پاس کھڑے ہو جاتے اور کہتے:

''اللہ، اللہ! تم عربوں کا دفاع کرنے والے اور اسلام کے انصار ہو، جبکہ وہ رومیوں کا دفاع کرنے والے اور شرک کے انصار ہیں، اے اللہ! بے شک یہ دن تیرے ایام میں سے ہے، اے اللہ! اپنے بندوں پر اپنی نصرت نازل فرما۔''

اس موقع پر ایک آدمی نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: رومی کس قدر زیادہ ہیں اور مسلمان کتنے کم ہیں؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: رومی کتنے کم ہیں اور مسلمان کس قدر زیادہ ہیں؟ پھر آپ نے فرمایا فوجیں اللہ کی مدد سے کثیر اور ناکامی سے قلیل ہوتی ہیں نہ کہ آدمیوں کی تعداد سے، اللہ کی قسم! کاش اشقر (خالد رضی اللہ عنہ کا گھوڑا) کا پاؤں اچھا ہوتا پھر چاہے دشمن کی تعداد اس سے بھی دوچند ہوتی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کا پاؤں طویل سفر کی وجہ سے زخمی ہو گیا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو جو قلب کے دونوں بازوؤں پر متعین تھے جنگ شروع کرنے کا حکم دیا اس کے ساتھ ہی جنگ کی آگ بھڑک اٹھی، حضرت قعقاع اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہما نے رجزیہ اشعار پڑھ کر قتال شروع کر دیا۔

یَا لَیْتَنِیْ أَلْقَاكَ فِی الطِّرَادِ قَبْلَ اعْتِرَامِ الْجَحْفَلِ الْوَرَّادِ
وَاَنْتَ فِیْ حَلْبَتِكَ الْوِرَادِ۔

''کاش کہ میں جیش کثیر کے شدید حملوں سے پہلے تجھ سے ہموار زمین پر ملاقات کرتا جبکہ تو اپنے گھوڑ دوڑ کے میدان میں ہوتا۔''

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

قَدْ عَلِمَتْ بَهْكَنَةُ الْجَوَارِیْ أَنِّیْ عَلٰی مَكْرُمَةٍ أُحَامِیْ

''دلربا دوشیزہ جانتی ہے کہ میں بلندی کردار کا محافظ ہوں۔''

پس قتال کا اعلان ہوا، لوگ اکٹھے ہوئے، شہواروں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا، پھر جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، خط آ گیا۔ [1]

---

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۳۳۵؛ البدایہ والنہایہ: ۷/ ۷۔

جرجہ کا اسلام قبول کرنا

جرجہ اپنی فوج کے درمیان سے نکل کر دو صفوں کے درمیان آ گیا، اور اس نے آواز دی اے خالد! میری طرف آؤ۔ حضرت خالد، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کو اپنی جگہ کھڑا کر کے اس کے پاس چلے گئے۔ جرجہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دونوں صفوں کے درمیان ٹھہرا لیا اور دونوں اتنے قریب ہو گئے کہ سواریوں کی گردنیں ایک دوسرے کے قریب آ گئیں کیونکہ دونوں ایک دوسرے کو امان دے چکے تھے۔ جرجہ نے کہا: خالد! مجھ سے سچی بات کرنا جھوٹ مت بولنا، کیونکہ آزاد آدمی جھوٹ نہیں بولتا، مجھے دھوکہ مت دینا، کیونکہ شریف آدمی دھوکہ نہیں دیتا، میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا اللہ نے تمہارے نبی پر آسمان سے کوئی تلوار اتاری ہے جو اس نے تمہیں دی ہے، تم اسے جس قوم پر سونتتے ہو اسے شکست سے دوچار کر دیتے ہو؟ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں۔ جرجہ نے کہا: تو پھر تمہیں سیف اللہ کا نام کیوں دیا گیا ہے؟ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل نے ہم میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو انہوں نے ہمیں دعوت دی لیکن ہم ان سے دور بھاگ گئے، ہم سب ان سے دور رہے، پھر ہم میں سے بعض نے ان کی تصدیق کرنے کے بعد ان کی اتباع کی، بعض ان سے دور رہے اور انہیں جھٹلایا۔ میں ان میں سے تھا جنہوں نے آپ کو جھٹلایا، آپ سے دور رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں اور ہماری پیشانی کو پکڑا اور ان کے ذریعے ہمیں ہدایت عطا کی تو ہم نے ان کی اتباع کی۔ اس نے کہا: تم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہو جسے اللہ نے مشرکین پر سونتا ہے، (خالد رضی اللہ عنہ نے کہا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے نصرت کی دعا کی اس وجہ سے مجھے سیف اللہ کا نام دیا گیا، میں مشرکوں کیلئے سب سے سخت مسلمان ہوں۔ جرجہ نے کہا: تم نے سچ کہا۔ [1]

پھر جرجہ نے انہیں دوبارہ مخاطب کیا: خالد! مجھے بتائیں کہ آپ مجھے کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہو؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس گواہی کی طرف کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور اقرار کرو کہ

[1] البدایہ والنہایہ: ۷/ ۱۳؛ تاریخ طبری: ۲/ ۳۳۷۔

محمد ﷺ جو کچھ لائے ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہے۔اس نے کہا: جو تمہاری دعوت قبول نہ کرے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: تو پھر جزیہ ادا کرے۔اس نے کہا: اگر وہ جزیہ نہ دے؟ انہوں نے کہا: ہم اس کے خلاف اعلانِ جنگ کریں گے اور اس کے بعد اس سے قتال کریں گے۔اس نے کہا: تو جو شخص تم میں داخل ہو جائے اور تمہاری اس دعوت کو آج قبول کرلے تو پھر اس کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ہم پر جو فرائض عائد کیے ہیں ان کے اعتبار سے ہر اعلیٰ وادنیٰ، اول و آخر سب مساوی اور ہم مرتبہ ہیں۔

پھر جرجہ نے کہا: خالد! جو شخص آج تم میں داخل ہوا اس کو وہی اجر و ثواب ملے گا جو تمہیں ملے گا؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں بلکہ ہم سے بھی زیادہ۔اس نے کہا: وہ تمہارے برابر کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ تمہیں اس پر سبقت حاصل ہے؟

انہوں نے کہا: ہم اس دین میں اس وقت داخل ہوئے تھے اور ہم نے اپنے نبی ﷺ کی بیعت اس وقت کی تھی جب وہ ہمارے سامنے حیات تھے، ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی تھیں، آپ ﷺ ہمیں کتابوں کی خبریں سناتے تھے، آپ ﷺ ہمیں معجزات دکھاتے تھے۔ہماری طرح جس شخص نے یہ چیزیں دیکھی اور سنی اس پر تو یہ لازم تھا کہ وہ اسلام قبول کر کے آپ ﷺ کی بیعت کرلے۔جبکہ تم نے وہ چیز نہیں دیکھی جو ہم نے دیکھی ہیں تم نے وہ عجائب و دلائل نہیں سنے جو ہم نے سنے ہیں اس لئے تم میں سے جو شخص صداقت اور خلوص و نیت کے ساتھ اس دین میں داخل ہوگا وہ ہم سے افضل ہوگا۔

جرجہ نے کہا: خالد حلفاً کہو کہ تم نے مجھ سے جو کچھ کہا سچ کہا، مجھے دھوکا نہیں دیا اور نہ میرا دل خوش کرنا چاہا۔انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے تجھ سے سچ کہا اور مجھے آپ سے کچھ غرض نہیں۔مجھے تم میں سے کسی قسم کی وحشت و خوف بھی نہیں اور تم نے جو مجھ سے پوچھا ہے میں اس کا ذمہ دار ہوں۔اس نے کہا: تم نے مجھ سے سچ کہا۔پھر جرجہ نے ڈھال کو پلٹ دیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل دیئے اور کہا: مجھے اسلام سکھائیں تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ انہیں اپنے خیمے کی طرف لے آئے، مشکیزے سے ان پر پانی انڈیلا۔پھر جرجہ نے دو رکعتیں پڑھیں حضرت جرجہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ پلٹتے دیکھ کر رومیوں نے

حملہ کر دیا کیونکہ وہ یہ سمجھے کہ جرجہ مسلمانوں پر حملہ کرنے جا رہا ہے، انہوں نے مسلمانوں کو ان کے مورچوں سے پیچھے دھکیل دیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ سوار ہو گئے، جرجہ بھی ان کے ساتھ تھے جبکہ رومی مسلمانوں کے درمیان تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو للکارا جس سے ان کے قدم جم گئے اور رومی اپنے مورچوں کی طرف پسپا ہو گئے۔ ❶

لڑائی کا جاری رہنا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پیش قدمی کی حتیٰ کہ دونوں لشکروں نے تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کا سامنا کیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور جرجہ دن چڑھنے سے لے کر غروب آفتاب تک دشمنوں کے سر قلم کرتے رہے آخر کار حضرت جرجہ رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گئے، حضرت جرجہ نے ماسوا ان دو رکعتوں کے جو انہوں نے اسلام قبول کرتے وقت پڑھی تھیں اور کوئی نماز سجدے کے ساتھ ادا نہیں کی کیونکہ ظہر اور عصر کی نمازیں سب نے اشارے سے ادا کی تھیں۔

رومیوں کی پسپائی

رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے وسط میں گھس گئے حتیٰ کہ وہ ان کے گھڑ سواروں اور پیادوں کے درمیان پہنچ گئے، جس کی وجہ سے گھڑ سوار تو صحرا کی طرف فرار ہو گئے اور پیادہ باقی رہ گئے۔ مسلمانوں نے ان کی خندقیں عبور کیں تو وہاں لوگ زنجیروں اور عماموں سے جکڑے ہوئے تھے، انہیں قتل کر دیا گیا۔ فیقار اور بعض دوسرے رومی سردار بھی قتل کر دیئے گئے۔ جو لوگ خندق میں گرے ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی، ان میں سے اسّی ہزار تو وہ تھے جو جکڑے ہوئے تھے اور چالیس ہزار کھلے تھے، یہ تعداد ان سواروں اور پیادوں کے علاوہ ہے جو میدان کارزار میں قتل ہوئے۔

جب رومیوں کو شکست ہوئی تو ہرقل اس وقت حمص میں تھا تو اس نے جلد ہی وہاں سے کوچ کرنے کا اعلان کیا اور یہاں بھی اسی طرح اپنا نائب متعین کر دیا جیسا کہ اس نے دمشق میں اپنا نائب مقرر کیا تھا اور خود اس نے حمص سے باہر جا کر مورچے قائم کر لئے اور اس نے حمص کو اپنے لیے آڑ بنا لیا۔ ❷

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۳۳۷؛ المنتظم: ۴/ ۱۲۰۔

❷ تاریخ طبری: ۲/ ۳۳۷؛ المنتظم: ۴/ ۱۲۰۔

مسلمانوں کے شہدا کی تعداد

اس جنگ میں تین ہزار مسلمان شہید ہوئے ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت عکرمہ، عمرو بن عکرمہ، سلمہ بن ہشام، عمرو بن سعید اور ابان بن سعید رضی اللہ عنہم۔

جبکہ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ اس لڑائی میں زخمی ہوئے تھے بعد میں صحت یاب ہو گئے تھے پھر معلوم نہیں کہ ان کا انتقال کہاں ہوا؟ حضرت جندب بن عمرو، طفیل بن عمرو طلیب بن عمیر، ہشام بن عاص، عیاش بن ابی ربیعہ، سعید بن حارث بن قیس بن عدی السہمی، نعیم بن عبداللہ النحام العدوی، نصیر بن حارث بن علقمہ، ابوالروم بن عمیر بن ہاشم العبدری رضی اللہ عنہم، ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کی آنکھ بھی اسی معرکہ میں شہید ہوئی ان کی آنکھ سے تیر ابوحثمہ نے نکالا، اس معرکہ میں عورتوں نے بھی قتال کیا، جویریہ بنت ابی سفیان بھی انہی میں سے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا اعلان

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس روز کہا:

> ''ہر قسم کی تعریف اس ذات کے لئے جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ پر موت طاری کی، وہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب تھے اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا، وہ مجھے ابوبکر سے زیادہ محبوب نہیں تھے لیکن اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی محبت مجھ پر لازم کر دی ہے۔'' ❶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پورے دور خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ناراض رہے۔ ناراضی کا سبب ان کے وہ بعض اقدام تھے جو ان سے میدان جنگ میں سرزد ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک ابن نویرہ کا قتل ہے۔ چنانچہ انہوں نے خلیفہ بنتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور کہا کہ میرے عہد خلافت میں خالد رضی اللہ عنہ کبھی بھی کسی ذمہ دار عہدے پر فائز نہیں رہیں گے۔ ❷

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۳۳۹۔

❷ تاریخ طبری: ۲/ ۳۵۶؛ البدایہ والنہایہ: ۷/ ۱۸۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی نمایاں کامیابیاں اور تمام معرکوں میں لوگوں کی ان کے لئے اطاعت دیکھی تو انہیں اندیشہ ہوا کہ لوگ ان کی وجہ سے کسی فتنے کا شکار نہ ہو جائیں بعض اوقات ان کے دل میں خیال آتا لیکن مسلمانوں کی نافرمانی ان پر گراں گزرتی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کرنے کے بعد مدینہ بلایا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے ناراضی کا اظہار کیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں نے کسی شک کی وجہ سے تمہیں معزول نہیں کیا بلکہ اس لیے کیا ہے کہ لوگ تمہاری وجہ سے فتنہ کا شکار ہو گئے ہیں (یعنی وہ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ کامیابی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہوتی ہے) مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ بھی لوگوں کی وجہ سے فتنہ کا شکار نہ ہو جائیں۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کوچ کے بعد مثنیٰ رضی اللہ عنہ عراق میں (۱۳ھ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فوج میں کمی کے بعد عراق کی حالت پر مطمئن نہیں تھے۔ انہوں نے بیماروں، خواتین اور بچوں کو ان کے شہروں کی طرف بھیج دیا۔ حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے وہاں سے کوچ کر جانے کے بعد دارالحکومت کو ایرانیوں کے خطرات سے محفوظ رکھنے کیلئے اپنی تمام توانائیاں صرف کیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے جانے کے تھوڑی دیر بعد فارسیوں کے معاملات شہر براز بن اردشیر بن شہریار سابور کے سپرد کئے گئے، تو اس نے مسلمانوں کو پسپا کرنے کے بارے میں غور وفکر کرنے کے بعد ہرمز جاذویہ کی قیادت میں دس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل ایک نہایت مضبوط لشکر تشکیل دیا، حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ حیرہ سے اس کی طرف روانہ ہوئے، ان کے لشکر کی تعداد فارسیوں کے لشکر کی تعداد سے بہت کم تھی۔ اس کے دونوں بازوؤں پر اس کے دونوں بھائی معنیٰ اور مسعود تھے، انہوں نے بابل کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا تو ہرمز نے ان کی طرف پیش قدمی کی، جب شاہ فارس کو کامیابی کا پختہ یقین ہو گیا تو اس نے حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف ایک ہتک آمیز خط لکھا جس کا مضمون درج ذیل ہے:

> ''میں نے فارسیوں کا ایک وحشی لشکر تمہاری طرف بھیجا ہے یہ مرغیوں اور خنزیروں کے پاسبان ہیں، میں تمہیں انہی کے ذریعے سے قتل کروں گا۔''

حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا:

> ''تو دو آدمیوں میں سے ایک ہے، یا تو متکبر وسرکش ہے اور یہ صورت تمہارے لئے بری اور ہمارے لئے بہتر ہے یا پھر جھوٹے ہو اگر یہی بات ہے تو یاد رکھو اگر بادشاہ جھوٹا ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے تمہارے خط کی عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تم ان کمینوں اور رذیلوں سے کام لینے پر مجبور ہو گئے ہو۔ اللہ کا شکر ہے جس نے تمہارے کید ومکر کو مرغوں اور خنزیروں کے پالنے والوں تک پہنچا دیا ہے۔'' ❶

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۳٤٤؛ البدایہ والنہایہ: ۷/ ۱٦؛ المنتظم: ٤/ ۱۲٤۔

معرکۂ بابل (۱۳ھ)

حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ شہر براز کو یہ جواب ارسال کرنے کے بعد حیرہ میں مختصر سے فوجی چھوڑ کر خود ہرمز کا مقابلہ کرنے کیلئے بابل کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کران کا نہایت جرأت سے سخت مقابلہ کیا، فارسیوں کے لشکر میں ایک بہت بڑا ہاتھی تھا جو مسلمانوں کے لشکر میں افراتفری پھیلا رہا تھا۔ حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے چند ساتھیوں نے ہاتھی کو اپنے گھیرے میں لے کر قتل کر دیا، فارسی شکست کھا گئے اور حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے فارسیوں کے دارالخلافہ مدائن تک ان کا پیچھا کیا اور ان کا خوب قتل عام کیا، عبدۃ بن الطیب السعدی نے اس جنگ کا نقشہ اپنے اشعار میں کھینچا ہے، عبدہ اپنی بیوی کی تلاش میں نکلا تھا وہ اسے تلاش کرتا کرتا معرکہ بابل تک پہنچ گیا مگر وہ اپنے اس مشن میں کامیاب نہ ہوسکا، بالآخر اس نے جنگل کی راہ لی اور اس کے غم فراق میں ایک قصیدہ کہا:

هَلْ حَبْلُ خَوْلَةَ بَعْدَ الْبَيْنِ مَوْصُوْل أَمْ أَنْتَ عَنْهَا بَعِيْدُ الدَّارِ مَشْغُوْل

”کیا خولہ سے فراق کے بعد وصل ممکن ہے؟ یا تم دیارِ غیر میں جانے کے بعد اسے بھول جاؤ گے؟

وَ لِلّا حِبَّةِ أَيَّــامٌ تَــذَكَّــرُهَــا وَ لِلـنَّـوَى قَبْـلَ يَوْمِ الْبَيْنِ تَأْوِيْل

”دوستوں کے ساتھ گزرے دنوں کو تو یاد کرتا ہے۔ جدائی کے دن سے پہلے دوری کی کوئی اور بھی تعبیر ہوتی ہے۔“

حَـلَّـتْ خُـوَيْلَةُ فِيْ حَيِّ عَهِدتُّهُمْ دُوْنَ الْمَدَائِنِ فِيْهَا الدِّيْكُ وَالْفِيْلُ

”خویلہ ایسے قبیلے میں جا کر ٹھہری جن سے میں شناسا ہوں اور وہ قبیلہ مدائن سے کچھ پہلے آباد ہے جن کو میں نے عہد دیا تھا۔ مدائن کے سوا وہاں مرغ اور ہاتھی ہیں۔“

يُـقَـارِعُوْنَ رُؤُوْسَ الْعُجْمِ ضَاحِيَةً مِـنْـهُـمْ فَـوَارِسُ لَا عُـزْلٌ وَلَا مِيْل

”وہ کھلے عام عجمیوں کے سر قلم کر رہے ہیں۔ ان میں شہ سوار ہیں، جن میں کوئی کمزوری ہے نہ کوئی جھکاؤ ہے۔“

فرزوق نے بکر بن وائل کے قصائد میں، حضرت مثنی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ہاتھی کو قتل کر دیا تھا:

وَبَيْتُ الْمُثَنَّىٰ قَاتِلُ الْفِيْلِ عُنْوَةً ... بِبَابِلَ إِذْ فِيْ فَارِسٍ مُلْكُ بَابُلَ

''مثنی کا خیمہ بلاشبہ ہاتھی کا قاتل ہے۔ بابل میں جب فارسیوں کے ساتھ بابل کا بادشاہ بھی تھا۔'' ❶

حضرت مثنیٰ کا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے امداد طلب کرنا

جب جاذویہ شکست کھا گیا، فوج نے اپنے بادشاہ شہر براز کو قتل کر دیا تو اہل فارس اختلاف کا شکار ہو گئے، مثنی کے قبضہ میں وہ تمام علاقہ آ گیا جو دجلہ سے اس طرف واقع ہے اور وہ دور دراز حدود کی حفاظت کے لئے بے بس ہو گئے کیونکہ ان کی فوج ان حدود کی حفاظت کے لئے کافی نہیں تھی۔ پھر فارسیوں نے کسری کی بیٹی دخت زنان کو بادشاہ بنالیا، لیکن وہ نظام حکومت نہ چلا سکی اور سابور بن شہر براز بادشاہ بن گیا لیکن اسے قتل کر دیا گیا اس کے بعد آزرمی دخت بادشاہ بن گئی، اس اختلاف وغدر نے فارسیوں کی حکومت کے تسلط کو کمزور کر دیا۔ اب وہاں کوئی ایسی صورت نہیں تھی جس سے حضرت مثنی رضی اللہ عنہ کو زیادہ ڈر خوف ہو، لیکن اسے ہر حال میں حدود کی حفاظت کی ضرورت تھی جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امداد کے لئے اور مرتدین میں سے جنہوں نے صدق دل سے توبہ کر لی تھی تو ان سے مدد لینے کی اجازت طلب کرنے کی غرض سے خط لکھا، کیونکہ وہ دوسرے لوگوں کی نسبت قتال کیلئے زیادہ پرجوش ہیں، جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مثنی رضی اللہ عنہ کو اطلاع آنے میں تاخیر ہوئی تو انہوں نے بشیر بن خصاصیہ کو فوج پر اپنا نائب بنایا اور خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے جب وہ مدینہ پہنچے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مریض پایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں کہا:

''مجھے امید ہے کہ آج یعنی (دوشنبہ) پیر کے دن فوت ہو جاؤں گا، اگر میں فوت ہو جاؤں تو مغرب سے پہلے پہلے تم لوگوں کو حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ

❶ البدایہ والنہایہ: ۷/ ۱۷۔

جہاد کیلئے بھیج دینا اور اگر مجھے رات تک مہلت مل جائے تو پھر صبح سے پہلے پہلے لوگوں کو حضرت مثنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کر دینا۔ اور مصیبت خواہ کتنی بھی بڑی ہو وہ تمہیں تمہارے دین کے معاملے اور تمہارے رب کے حکم سے غافل نہ کرے، اور تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مجھے دیکھا کہ میں نے کیا کیا تھا، حالانکہ وہ واقعہ لوگوں کیلئے ایک عظیم سانحہ تھا۔ اللہ کی قسم! اگر اس وقت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں ذرا تاخیر کرتا تو اللہ ہمیں ذلیل کر دیتا اور اس جرم کی ہمیں ضرور سزا دیتا۔ مدینہ میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھتے اور جب اللہ تعالیٰ شام کو وہاں کے امرا کیلئے فتح کرا دے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو عراق کی طرف لوٹا دینا، کیونکہ وہ اس کے اہل اور کامیاب عہدہ دار ہیں، ان کے معاملات سے خوب واقف اور بڑے دلیر ہیں۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بستر مرگ پر جو رقت آمیز گفتگو فرمائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے متاثر ہو کر فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جان لیا کہ یہ چیز مجھے بری لگے گی کہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤں۔ اس لئے انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو لوٹا دوں اور انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ساتھ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رات کے وقت وفات پائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں رات کو ہی دفن کر دیا اور رات ہی کو لوگوں کو حضرت مثنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کیا۔ ❶

❶ الثقات: ۳/ ۱٤؛ تهذيب التهذيب: ۷/ ۸۲؛ تقريب التهذيب: ۱/ ۳۸۰؛ تهذيب الكمال: ۱۹/ ۲۸۳؛ الاستيعاب: ۱/ ۱۳۲؛ الاصابه: ۱/ ٤٤؛ الطبقات الكبرى: ۳/ ۲۷۵؛ تاريخ الطبرى: ۲/ ۳٤٥۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات (۲۲ جمادی الآخرۃ سن ۱۳ھ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ۲۲ جمادی الثانی بروز منگل مغرب اور عشاء کے درمیان وفات پائی، اس وقت ان کی عمر تریسٹھ برس تھی، (ان کی وفات کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ) یہودیوں نے چاولوں میں اور بعض نے کہا حلوے میں انہیں زہر دیا تھا، انہوں نے اور حضرت حارث بن کلدہ نے زہر آلود کھانا ایک ساتھ کھایا اور حضرت حارث نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم نے زہر والا کھانا کھالیا ہے ، یہ زہر ایک سال بعد اپنا اثر دکھاتی ہے چنانچہ سال بعد ان دونوں نے وفات پائی، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سخت سردی کے دنوں میں غسل کر لیا تھا جس کی وجہ سے وہ پندرہ دن بخار میں مبتلا رہے، وہ ان دنوں میں نماز کے لئے بھی تشریف لانے کے قابل نہ رہے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

جب وہ بیمار ہوئے تو لوگوں نے انہیں کہا: کیا ہم طبیب کو نہ بلائیں؟ انہوں نے کہا: وہ مجھے دیکھ چکا ہے۔ اور اس نے مجھے کہا ہے کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ لوگوں نے آپ کی مراد کو جان لیا اس لیے خاموش ہو گئے اس کے بعد وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ اور دس دن ہے، آپ نے وصیت کی کہ ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس اور ان کا بیٹا عبدالرحمٰن انہیں غسل دیں اور انہیں ان کے ان دو کپڑوں سمیت تین کپڑوں میں کفن دیا جائے اور فرمایا: زندہ شخص کو میت کی نسبت نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور یہ دونوں کپڑے پرانے اور بوسیدہ ہونے والوں کیلئے مناسب ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی زوجہ اسماء نے غسل دیا، پھر وہ باہر آئیں تو موجود مہاجرین سے پوچھا: میں روزے سے ہوں اور آج شدید سردی ہے تو کیا (غسل دینے کی وجہ سے) مجھ پر غسل لازم ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے سرد دن میں غسل کیا تو انہیں بخار ہو گیا اس سے یہ (موت کا سبب) واضح ہو گیا کہ ان دنوں میں موسم سرد تھا، کیونکہ انہیں سرد دن میں غسل کرنے کی وجہ سے بخار ہوا تھا، اسی طرح سرد دن میں ہی

انہیں غسل دیا گیا، اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کی وفات کا سبب سردی سے متاثر ہونا ہے، زہر نہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ یہودیوں نے حلوہ میں انہیں زہر دیا تھا، کیونکہ زہر کا واقعہ آپ کی وفات سے ایک سال پہلے کا ہے۔ انہیں ان کی وفات کی رات ہی دفن کر دیا گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں قبر و منبر کے درمیان چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی۔ ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن، عمر، عثمان اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم نے انہیں ان کی قبر میں اتارا، ان کے سر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں کے پاس رکھا گیا، ان کی لحد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد کے ساتھ ملا دیا گیا، ان کی قبر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرح برابر کر دیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر خواتین نے گریہ زاری کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں رونے سے منع کیا مگر وہ رونے سے باز نہ آئیں جس پر انہوں نے ہشام بن ولید سے کہا: اندر جا اور ابوقحافہ کی بیٹی کو میرے پاس لاؤ۔ پس وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہن فروہ بنت ابی قحافہ کو ان کے پاس لائے تو انہوں نے درہ اٹھا کر انہیں کئی بار رسید کیا درے کی آواز سن کر تمام خواتین منتشر ہوگئیں، آپ کا آخری کلام یہ تھا:

﴿تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۝﴾ ❶

"مجھے حالت اسلام میں فوت کرنا اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا دینا۔"

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی تیمارداری کرتی رہیں۔ ❷

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیابت سے متعلق ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اپنے ساتھیوں سے مشورہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض مرگ میں اپنے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا۔ جب انہوں نے انہیں مقرر کرنا چاہا تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے کہا۔ بتلاؤ عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ کے خلیفہ! اللہ کی قسم! آپ ان کے متعلق جو رائے رکھتے ہیں وہ ہر شخص سے افضل ہے، لیکن

❶ ۱۲/ یوسف: ۱۰۱۔ ❷ تاریخ طبری: ۲/ ۳۴۴۔ المنتظم: ۴/ ۱۲۴۔

ان کی طبیعت میں ذرا سختی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اس لئے ہے کہ وہ مجھے نرم دیکھتا ہے جب معاملات اس کے سپرد ہو جائیں گے تو وہ اپنی اسی سختی کو کافی حد تک چھوڑ دے گا۔ ابو محمد! میں نے اسے غور سے دیکھا ہے، تم نے مجھے دیکھا کہ جب میں بندے پر کسی معاملے میں ناراض ہوتا تھا، تو وہ مجھے اس کے متعلق راضی ہونے کا مشورہ دیتے تھے اور جب کبھی میں کسی پر نرم ہوتا تو وہ مجھے سختی کرنے کا مشورہ دیتے تھے۔ ابو محمد! میں نے تمہیں جو کچھ بتایا ہے اس بارے میں کچھ بھی ذکر نہ کرنا۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مشورہ

پھر انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا تو کہا: ابو عبداللہ! مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتائیں، انہوں نے کہا: آپ ان کے بارے میں زیادہ باخبر ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو عبداللہ! اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ پھر کہا: اے اللہ! میرا اس کے متعلق یہ علم ہے کہ اس کا باطن اس کے ظاہر سے بہتر ہے، اور یہ کہ اس جیسا ہم میں کوئی دوسرا نہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو عبداللہ! میں نے جو کچھ تمہیں کہا ہے اس کا تذکرہ کسی اور سے مت کرنا۔ انہوں نے کہا: بہت اچھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں نے اسے چھوڑ دیا تو پھر میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، مجھے معلوم نہیں کہ وہ یہ منصب قبول کرتے ہیں یا کہ نہیں؟ ان کیلئے تو یہی بہتر ہے کہ وہ تمہارے امور میں سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہ کرے اور میری یہ خواہش تھی کہ میں تمہارے امور سے دور ہوتا، اور میں اپنے پیش رو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو اختیار کرتا۔ ابو عبداللہ! میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تم سے جو بات چیت کی ہے اس کا تذکرہ کسی سے مت کرنا، اور نہ اپنی اس ملاقات کا تذکرہ کرنا۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو کہا، آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر خلیفہ مقرر کیا ہے، اور آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی موجودگی میں لوگوں کو ان سے کیا کیا تکلیفیں پہنچی ہیں حالانکہ آپ ان کے ساتھ تھے، جب سب کچھ ان کے ہاتھ میں ہوگا

تو پھر ان کا کیسا سلوک ہوگا، اور آپ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں وہ آپ سے آپ کی رعیت کے متعلق بازپرس کرے گا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بٹھاؤ پس انہوں نے آپ کو بٹھا دیا، آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو، جب میں اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کروں گا اگر اس نے مجھ سے اس بارے میں سوال کیا تو میں کہوں گا: میں نے تیری مخلوق پر ان میں سے بہتر شخص کو خلیفہ مقرر کیا ہے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطاب

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دیکھا اس وقت حضرت اسماء بنت عمیس انہیں دونوں ہاتھوں سے تھامے ہوئے تھیں اور وہ کہہ رہے تھے: ''جس شخص کو تمہارا خلیفہ بنایا گیا ہے کیا تم اس سے خوش ہو کیونکہ اللہ کی قسم! میں نے اس کے متعلق غور کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی اور نہ ہی میں نے کسی رشتہ دار کو خلیفہ بنایا ہے، اور میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا ہے پس ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو۔'' لوگوں نے کہا: ہم بسر و چشم منظور کرتے ہیں اور ہم ان کی ضرور اطاعت کریں گے۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں بلا کر ان سے کہا لکھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ ابوبکر بن قحافہ کی طرف سے مسلمانوں کے نام وصیت ہے، اما بعد! پھر وہ بے ہوش ہو گئے ایسے لگا جیسے وہ خالق حقیقی سے جا ملے ہیں، پس عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھا: اما بعد! میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تمہارا خلیفہ مقرر کرتا ہوں، میں نے تمہارے متعلق خیر و بھلائی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو افاقہ ہوا تو کہا: مجھے سناؤ انہوں نے پڑھ کر سنایا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اکبر! پھر فرمایا: میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں اندیشہ تھا کہ اگر میں اپنی بے ہوشی میں فوت ہو جاتا تو لوگ اختلاف کا شکار ہو جاتے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ انہوں (ابوبکر) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سمجھتے اور یقین رکھتے تھے کہ ان کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی سخت مزاجی کے باوجود خلافت کے لئے سب

سے زیادہ موزوں ہیں، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ اسی طرح تھے۔ ❶

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے وصیت

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا تو انہوں نے کہا:

میں نے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر خلیفہ مقرر کیا ہے پھر انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

''عمر! اللہ کا فریضہ جو آپ پر رات کے وقت واجب ہے اسے وہ دن کے وقت قبول نہیں کرتا، اور جو دن میں واجب ہے اسے وہ رات میں قبول نہیں کرتا، وہ نفل اس وقت قبول نہیں کرتا جب تک فرض ادا نہ کیا جائے، عمر! کیا تم نہیں دیکھتے کہ ترازو بھاری ہوں گے، جن کے ترازو قیامت کے دن ان کے اتباع حق کی وجہ سے بھاری ہوں گے حقیقت میں میزان کا بھاری ہونا انہیں کیلئے مفید ہوگا جبکہ میزان کا حق ہے کہ کل (روز قیامت) اس میں صرف حق رکھا جائے تاکہ وہ ثقیل ہو جائے۔ عمر! کیا تم نہیں دیکھتے کہ ترازو ہلکے ہوں گے جس کے ترازو قیامت کے دن ان کے اتباع باطل کی وجہ سے ہلکے ہوں گے اس کا ہلکا پن انہیں کیلئے مضر ہوگا اور میزان کا حق ہے کہ اس میں باطل رکھا جائے تو وہ ہلکا رہے۔ عمر! کیا تم نہیں دیکھتے کہ نرمی والی آیت شدت والی آیت کے ساتھ نازل ہوئی ہے اور شدت والی آیت نرمی والی آیت کے ساتھ نازل ہوئی ہے، تاکہ مومن رغبت اور خوف کے ساتھ رہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی تمنا وابستہ نہ رکھے جو کہ اس کا حق نہیں ایسا ڈر نہ رکھے جس میں اس کے اپنے ہاتھوں کا دخل ہو۔ عمر! کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کا ان کے برے اعمال کے ساتھ ذکر کیا ہے، جب میں ان کا تذکرہ کرتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ میں امید کرتا ہوں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں گا اس کے برعکس اس نے اہل جنت کا ذکر ان کے اچھے اعمال کے ساتھ کیا ہے، کیونکہ اس نے ان کے برے اعمال سے تجاوز و درگزر فرمایا

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۳۵۳؛ المنتظم: ٤/ ١٢٦۔

ہے، پس جب میں ان کا تذکرہ کرتا ہوں تو میں کہتا ہوں: میرے ان جیسے اعمال کہاں، پس جب تم میری وصیت کو یاد کرلو تو پھر تمہیں فوت شدہ غائب شخص اس شخص سے زیادہ پسند نہیں ہونا چاہئے جو موجود ہے اور تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔" ❶

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خراج تحسین

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنی تو وہ روتے ہوئے تیزی سے ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ ❷ پڑھتے ہوئے آئے یہاں تک کہ وہ دروازے تک پہنچ گئے اور کہنے لگے: ابوبکر! اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اللہ کی قسم! تم لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے مجسمِ اخلاق ہو، ان میں سے ٹھوس اور پختہ یقین رکھنے والے ہو، ان میں سے سب سے بڑھ کر غنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ حفاظت ونگہداشت کرنے والے اور اسلام کے بارے میں انتہائی شفیق، اپنے اہل سے بھی زیادہ ان کی حفاظت کرنے والے ہو، خلق وفضل، ہدایت وراہنمائی اور کم گفتاری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اسلام، رسول اللہ اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی جب دیگر لوگوں نے آپ کی تکذیب کی، آپ نے اس وقت ان پر خرچ کیا جب لوگوں نے بخل کیا۔ آپ ان کے ساتھ اس وقت کھڑے ہوئے جب دوسرے لوگ پیچھے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام صدیق رکھا ﴿ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ ﴾ ❸ اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تم ہو۔ اللہ کی قسم! آپ اسلام کے لئے قلعہ اور کافروں کے لئے مصیبت تھے، آپ کی دلیل وحجت ناقص نہ تھی اور نہ آپ کی بصیرت کمزور تھی۔ آپ نے اپنے آپ کو پہاڑ کی طرح مضبوط رکھا نہ آندھیاں اسے ہلا سکیں نہ تیز گونج دار ہوائیں اسے زائل کر سکیں۔ آپ ویسے ہی تھے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ اپنے بدن میں ضعیف، اپنے دین میں قوی، اپنے نفس

❶ الرياض النضرة: ٢/ ٢٤٤، ٢٤٥۔ الثقات: ٢/ ١٩٣۔ ❷ ٢/ البقرة:١٥٦۔

❸ ٣٩/ الزمر:٣٣۔

میں متواضع، اللہ کے ہاں عظیم، زمین میں جلیل اور مومنوں کے ہاں کبیر، کسی کو آپ کے ہاں کوئی لالچ تھا نہ کوئی خواہش، ضعیف آپ کے ہاں قوی اور قوی آپ کے ہاں اس وقت تک ضعیف تھا جب تک آپ قوی سے حق لے کر ضعیف کو نہیں دلا دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اجر سے ہمیں محروم نہ کریں اور آپ کے بعد ہمیں گمراہ نہ کریں۔ ❶

آپ کی تعریف میں آپ کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خراج تحسین

ابا جان! اللہ تعالیٰ آپ کے چہرے کو تروتازہ رکھے، آپ کی صالح مساعی کو قبول فرمائے۔ دنیا آپ کے نزدیک حقیر تھی تبھی تو آپ نے اس سے پہلوتہی کی، آخرت آپ کے نزدیک باعث شرف و عزت تھی تبھی تو آپ اس کی طرف متوجہ رہے۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی مصیبت سب سے بڑی مصیبت ہے اور ان کے بعد آپ کا چلا جانا بہت بڑا حادثہ ہے، اللہ عزوجل کی کتاب صبر کرنے پر ہمیں حسن عوض کا وعدہ دیتی ہے اور میں آپ کے بارے میں صبر کر کے اللہ سے اس کے وعدے کے مطابق جزا لوں گی اور آپ کے لئے کثرتِ استغفار سے استعانت لوں گی، اللہ تعالیٰ آپ پر سلامتی نازل فرمائے۔ میں آپ کی زندگی کو محبوب رکھنے کے باوجود آپ کو الوداع کہتی ہوں اور آپ کے بارے میں قضا پر کوئی عیب نہیں لگاتی۔ ❷

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اعتراف

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں دنیا میں اپنے تین کاموں پر رنجیدہ ہوں، میں چاہتا ہوں کہ کاش! میں نے انہیں ترک کیا ہوتا۔ میں نے تین کام ترک کئے، میں پسند کرتا ہوں کہ کاش! میں نے انہیں کیا ہوتا، اور تین چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں میں یہ پسند کرتا ہوں کہ کاش! میں نے ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیا ہوتا۔

تین چیزیں نہ کرنے کی خواہش

وہ تین امور جن کے بارے میں میں خواہش رکھتا ہوں کہ میں نے انہیں ترک کیا

❶ الرياض النضرة: ٢/ ٢٤٩۔ ❷ الرياض النضرة: ٢/ ٢٥٣۔

ہوتا وہ یہ ہیں۔ میں نے چاہا کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر نہ کھولتا اگر چہ انہوں نے اسے لڑائی کے لیے بند کیا ہوا تھا۔ میں نے چاہا کہ میں نے فجاءۃ السلمی کو جلایا نہ ہوتا، بلکہ یا تو اسے جلدی اور آسانی سے قتل کیا ہوتا یا میں نے اسے چھوڑ دیا ہوتا۔ کاش! میں نے سقیفہ بنی ساعدہ کے دن اس امارت کو دو میں سے کسی ایک شخص کے گلے میں ڈال دیا ہوتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اشارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف تھا، ان دونوں میں سے ایک امیر ہوتا اور میں وزیر۔

تین کام کرنے کی تمنا

وہ کام جو میں نے ترک کیے ہیں وہ یہ ہیں جب اشعث بن قیس میرے پاس گرفتار ہو کر آیا تھا میں اسی وقت اس کی گردن اڑا دیتا کیونکہ بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ جو بھی برا کام دیکھتا ہے اس کا معاون بن جاتا ہے۔ میں نے چاہا کہ جب میں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مرتدین کی طرف روانہ کیا تھا میں ذوالقصہ کے مقام پر قیام کرتا، اگر مسلمان فتح یاب ہوتے تو بہتر اور اگر وہ شکست کھا جاتے تو میں مقابلے کے لیے آگے بڑھ کر ان کا مددگار بن جاتا۔ میں نے جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شام کی طرف بھیجا تھا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو عراق کی طرف بھیج دیتا اور اس طرح اللہ کی راہ میں دونوں ہاتھ یہ کہہ کر پھیلا دیتا ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے ہیں۔

تین باتیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کی آرزو

کاش! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہوتا کہ یہ خلافت کس کا حق ہے تاکہ پھر کسی کو نزاع کا موقع نہ ملتا، میں نے آپ سے پوچھا ہوتا کہ حکومت میں انصار کا بھی کوئی حصہ ہے یا کہ نہیں؟ میں نے آپ سے بھتیجی اور پھوپھی کی میراث کے بارے میں پوچھا ہوتا کیونکہ ان دونوں کے بارے میں میرے دل میں اضطراب ہے۔ ❶

❶ تاریخ طبری: ۲/ ۳۵۳

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورانِ خلافت معمولات اور ان کی رہائش

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امور میں مصروف ہونے سے پہلے تاجر تھے اور ان کا گھر ان کی زوجہ حبیبہ کے ہاں مدینہ کے نواح میں مقام سنح میں تھا، پھر بیعت کے چھ ماہ بعد آپ مدینہ میں منتقل ہو گئے، وہ صبح کے وقت پیدل اور کبھی گھوڑے پر مدینہ آیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جسم پر ازار اور ایک پھٹی ہوئی چادر ہوتی تھی اسی میں آپ مدینہ تشریف لاتے، لوگوں کو نمازیں پڑھاتے اور جب عشاء کی نماز پڑھتے تو پھر اپنے اہل خانہ کے پاس سُنَح لوٹ جاتے تھے۔

جب آپ تشریف لاتے تو امامت کے فرائض آپ ہی سرانجام دیتے اور جب آپ نہ آتے تو پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے، آپ جمعہ کے روز دن کے پہلے حصہ میں سنح میں قیام فرماتے، اس دوران آپ اپنے سر اور داڑھی کو خضاب دیتے، پھر جب وہ دیکھتے کہ اب آسانی سے جمعہ کے وقت تک مسجد نبوی میں پہنچ جائیں گے سفر کا آغاز فرماتے وہاں پہنچ کر آپ جمعہ پڑھاتے۔ آپ تاجر آدمی تھے، آپ ہر روز بازار جا کر خرید و فروخت کرتے تھے۔ آپ کی کچھ بکریاں بھی تھیں جنہیں آپ چراتے تھے کبھی تو آپ خود انہیں لے جاتے اور کبھی کوئی دوسرا انہیں چرا لاتا، آپ محلے کی بکریوں کا دودھ دھویا کرتے تھے، جب آپ کی بیعت خلافت ہوئی تو محلے کی ایک لڑکی نے کہا: اب ہماری بکریاں نہیں دوہی جائیں گی...... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سن لی تو کہا: اللہ کی قسم! میں تمہاری بکریاں اب بھی اسی طرح دھویا کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ خلیفہ بننے کے بعد میری سابقہ عادات و معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی پس آپ ان کی بکریوں کا دودھ دھویا کرتے تھے۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے معاملے پر غور کیا تو فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! لوگوں کے معاملات کی نگرانی کے ساتھ ساتھ تجارت نہیں ہو سکتی اس خدمت کیلئے فراغت اور پوری توجہ کی ضرورت ہے، ادھر میرے اہل و عیال کیلئے بھی کچھ وقت ضروری ہے اس لئے آپ نے تجارت ترک کر دی اور آپ نے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی روزمرہ کی ضروریات اور

حج وعمرہ کے لئے بیت المال سے روزینہ لینا شروع کر دیا، لوگوں نے آپ کے لئے چھ ہزار درہم سالانہ مقرر کیے تھے لیکن جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کہا: مسلمانوں کے مال میں سے جو ہمارے پاس موجود ہے وہ واپس کر دو کیونکہ میں اس مال میں سے کچھ بھی اپنے ذمہ نہیں رکھنا چاہتا اور فلاں فلاں جگہ جو میری زمین ہے وہ مسلمانوں کے لئے ان کے اس اموال کے عوض وقف ہے جو میں نے آج تک لئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ زمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوٹا دی۔ ایک اونٹ، ایک غلام اور پانچ سو درہم کا ایک کمبل بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت ابوبکر نے ایسا کر کے اپنے بعد میں آنے والوں کو بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔

آپ نے اپنے اہل وعیال پر بیت المال میں سے جو خرچ کیا تھا اس کا لوگوں نے حساب لگایا تو تمام زمانہ خلافت کی رقم صرف آٹھ ہزار درہم بنی، آپ صدقات کو فقرا اور لشکروں کی تیاری پر خرچ کیا کرتے تھے، اسی طرح آپ مال غنیمت کو وصولی کے دن یا پھر اگلے دن لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ آپ کے پہرے کے لئے کوئی پہرہ دار نہیں تھا اور آپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ [1]

مسلمانوں کا بیت المال

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سنح میں ایک معروف بیت المال تھا جس کا کوئی پہرے دار نہیں تھا۔ آپ سے کہا گیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! آپ بیت المال پر کسی پہرہ دار کو مقرر کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: مجھے اس کا کوئی اندیشہ نہیں، آپ سے کہا گیا: کیوں؟ آپ نے فرمایا: اس پر تالا ہے یعنی اس میں جو کچھ ہوتا تھا وہ سب کچھ تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ منتقل ہو گئے تو آپ نے اپنے گھر ہی میں بیت المال قائم کر دیا، آپ تقسیم کرتے وقت لوگوں میں مساوات قائم کیا کرتے تھے، آزاد اور غلام، مرد اور عورت، چھوٹا اور بڑا سب اس بیت المال میں برابر کا حق رکھتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تدفین سے فارغ ہو کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قابل

---

[1] تاریخ طبری: ۲/ ۳۵٤؛ الطبقات الکبری: ۳/ ۱۸٦؛ المنتظم: ٤/ ۷۲۔

اعتماد ساتھیوں کو بلایا اور ان کے ساتھ بیت المال میں داخل ہوئے ، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے بیت المال کھولا تو اس میں کوئی درہم و دینار نہ تھا ، انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر کی ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مدینہ میں ایک وزن کرنے والا تھا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال کا وزن کیا کرتا تھا ، ان لوگوں نے وزن کرنے والے سے سوال کیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جو مال آیا تھا وہ کتنا تھا؟ اس نے کہا: دو لاکھ۔ ❶

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حج

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ۱۱ ہجری میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا ، جبکہ خود ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رجب ۱۲ ہجری میں عمرہ کیا پھر مدینہ واپس تشریف لے آئے ، جب ۱۲ ہجری میں حج کا وقت آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سال لوگوں کے ساتھ حج کیا ، آپ نے حج مفرد کیا اور اس وقت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ پر جانشین مقرر فرمایا۔ ❷

جمع القرآن

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن کے متعلق زیادہ جانتے تھے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صحابہ کو نماز پڑھانے کے لئے بطور امام آگے بڑھایا تھا۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((یَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ)) ❸

”وہ شخص لوگوں کی امامت کرائے جو ان میں سے کتاب اللہ کی زیادہ قرأت کرنے والا ہے۔“

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

❶ تاریخ الخلفا ص:۷۹؛ الطبقات الکبری: ۳/ ۲۱۳۔ ❷ تاریخ الخلفاص: ۸۰؛ الطبقات الکبری: ۳/ ۱۷۷۔ ❸ ابن حبان: حدیث ۲۱۳۳؛ ابن خزیمہ: حدیث ۱۵۰۷؛ صحیح مسلم: کتاب المساجد ، باب من احق بالامامۃ۔ ❹ ترمذی، رقم: ۳۶۷۳۔

((لَا یَنْبَغِی لِقَوْمٍ فِیهِمْ أَبُوبَکْرٍ أَنْ یَؤُمَّهُمْ غَیْرُهُ)) ❶
''لوگوں کے لائق نہیں کہ ان میں ابوبکر ہوں اور پھر ان کے علاوہ کوئی اور ان کی امامت کرائے۔''

جب آپ نے دیکھا کہ جنگ یمامہ میں کبار صحابہ کرام شہید ہو گئے ہیں تو آپ نے صحابہ کے سینوں، کھجور کی شاخوں اور چمڑوں سے قرآن جمع کرنے کا حکم فرمایا اور یہ لکھا ہوا قرآن رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب جنگ یمامہ میں مسلمان شہید ہو گئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے طلب کیا (میں جب وہاں پہنچا تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ عمر میرے پاس آئے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ جنگ یمامہ میں بہت سے لوگ (حفاظ صحابہ) شہید ہو گئے ہیں، مجھے خدشہ ہے کہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ) دیگر لڑائیوں میں بھی حفاظ صحابہ شہید ہو جائیں اور قرآن حکیم کا بہت سا حصہ جاتا رہے مگر یہ کہ وہ اسے جمع کر لیں۔ میرا خیال ہے کہ قرآن حکیم کو جمع کر لیا جائے، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عمر سے کہا: وہ کام جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا وہ میں کیسے کر سکتا ہوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ کام بہتر ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ اس بارے میں مجھے بار بار کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے میرا سینہ کھول دیا تو میں نے بھی وہی چیز درست خیال کی جو عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک درست تھی۔ زید رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس خاموش بیٹھے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: آپ سمجھ دار اور ثقہ نوجوان ہیں۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں وحی لکھا کرتے تھے پس آپ قرآن کو تلاش کر کے یکجا کر دیں۔ اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کو کہہ دیتے تو وہ میرے لئے اتنا ثقیل و مشکل نہ ہوتا جتنا کہ قرآن کو جمع کرنا مشکل تھا۔ میں نے کہا: آپ دونوں وہ کام کیسے کر سکتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ کام بہتر ہے۔ میں بار بار ان سے وہی سوال کرتا

❶ ترمذی، رقم: ۳۶۷۳۔

رہا حتیٰ کہ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا جس کام کے لئے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے سینے کھول دیئے گئے تھے، پس میں نے قرآن مجید کی تلاش شروع کر دی، اور میں نے اسے چمڑے کے ٹکڑوں، شانے کی ہڈیوں، کھجور کی شاخوں اور آدمیوں کے سینوں سے جمع کیا حتیٰ کہ میں نے سورۂ توبہ کی دو آیتیں ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ﴾ ❶ سے لے کر اس سے آگے والی آیت کے آخر تک حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پائیں۔ یہ دونوں آیات مجھے ان کے علاوہ کسی اور سے نہیں مل سکیں۔ پس وہ صحیفہ جس میں قرآن تحریر تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے پاس رہا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے پاس اور پھر حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہا۔ ❷

آپ کے قاضی، کاتبین اور عمال

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کی طرف سے بیت المال کی ذمہ داری نبھاؤں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کی طرف سے عدالتی امور سرانجام دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سال بھر اس منصب پر فائز رہے اور اس عرصہ میں دو آدمی بھی آپ کے پاس نہ آئے۔

حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم آپ کے لئے لکھا کرتے تھے (یعنی بطور سیکرٹری کام کرتے تھے۔) اور اگر یہ موجود نہ ہوتے تو پھر جو بھی موجود ہوتا وہ یہ فریضہ ادا کرتا۔

حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ آپ کی طرف سے مکہ مکرمہ کے گورنر تھے، انہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکہ سے واپس ہوتے وقت مکہ کا گورنر مقرر کر دیا تھا، اس وقت ان کی عمر بیس برس تھی۔ مشہور ہے کہ جس روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی یہ بھی اسی روز فوت ہوئے۔ یہ بہت صالح اور فاضل شخص تھے۔ ❸

حضرت عثمان بن ابی العاص طائف کے گورنر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں

---

❶ ۹/ التوبة:۱۲۸۔ ❷ بخاری، رقم:٤٩٨٦؛ الریاض النضرة:۲/ ۱۷٤؛ تاریخ الخلفاء: ۱/ ٤۱؛ الکامل:۳/ ۸؛ سیر اعلام النبلاء: ۲/ ٤۳۱؛ البدایه والنهایه:٦/ ۳٥۳؛ المنتظم:٥/ ۲۱٦۔

❸ معجم الصحابه:۲/ ۲۷۰۔

طائف کا گورنر مقرر کیا تھا جبکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی انہیں برقرار رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو احادیث مبارکہ کے وہ راوی ہیں۔ امام مسلم نے ان میں سے تین احادیث روایت کی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں عمان اور بحرین کا بھی گورنر مقرر کیا پھر یہ بصرہ آ گئے، انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پائی۔ بہت معزز لوگ ان کے جانشین بنے۔ ❶

حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ صنعاء کے حاکم تھے۔ یہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے، یمن میں مرتدین کے قتال میں ان کے بہت کارنامے ہیں، جیسا کہ ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ❷

حضرت زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ حضر موت کے حاکم تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں رہے پھر انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ انہیں مہاجر اور انصاری ہر دو القابات سے یاد کیا جاتا ہے، یہ عقبہ، بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضر موت کا گورنر مقرر کیا۔ ❸

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کو خولان پر عامل مقرر کیا، انہیں یعلی بن منیہ بھی کہا جاتا ہے منیہ ان کی والدہ کا نام ہیں۔ یہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے۔ غزوۂ حنین، طائف اور غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اٹھائیس احادیث مبارکہ ان سے مروی ہیں، ان میں سے تین متفق علیہ ہیں، آپ ۳۷ ہجری میں صفین میں شہید ہوئے۔ ❹

زبید اور رمع کے عامل حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں ہجرت نبوی سے قبل حاضر ہوئے اور انہوں نے اسی وقت اسلام قبول کیا۔ پھر حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر فتح خیبر کے بعد سفینتیں کے ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بھی خیبر کے مال غنیمت میں سے حصہ مختص کیا تھا جبکہ آپ کے علاوہ کسی اور ایسے شخص کے لئے حصہ مختص نہیں فرمایا جو وہاں موجود نہیں تھا۔

❶ معجم الصحابہ: ۲/ ۲۵۶۔ ❷ الاصابہ: ۶/ ۲۲۸۔
❸ الاستیعاب: ۲/ ۵۳۳۔ ❹ معجم الصحابہ: ۳/ ۲۱۹۔

آپ کی آواز بہت اچھی تھی، رسول اللہ ﷺ نے انہیں زبید، عدن اور ساحل یمن پر عامل مقرر کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی تین سو ساٹھ احادیث مبارکہ ان سے مروی ہیں۔ پچاس احادیث متفق علیہ ہیں جبکہ پندرہ تنہا امام بخاری نے بیان کی ہیں۔ آپ نے ۵۰ ہجری میں تریسٹھ برس کی عمر میں مکہ میں وفات پائی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوفہ میں وفات پائی۔ ❶

جند کے حاکم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے، معاذ رضی اللہ عنہ فقیہ، صالح اور فاضل شخص تھے، انہوں نے اٹھارہ برس کی عمر میں ستر انصار کے ساتھ اسلام قبول کیا، پھر بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک سو ستاون احادیث روایت کی ہیں۔ دو حدیثیں بخاری و مسلم میں ہیں، تین احادیث بخاری میں اور ایک حدیث مسلم میں ہے۔ انہوں نے ۱۸ ہجری میں شام میں طاعون عمواس میں وفات پائی، اس وقت ان کی عمر تینتیس برس تھی۔ یہ ان چار افراد میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں قرآن جمع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کی طرف بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو اسلام اور اس کے شرائع کی طرف بلائیں۔ ان کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ ❷

بحرین کے عامل حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ تھے۔ نبی ﷺ نے انہیں بحرین کا والی بھی مقرر کیا، جب نبی ﷺ نے وفات پائی تو یہ بحرین ہی میں تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں برقرار رکھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی برقرار رکھا، انہوں نے ۱۴ ہجری میں بحرین کے والی کی حیثیت سے وفات پائی، آپ مستجاب الدعا تھے، آپ دعائیہ کلمات پڑھ کر سمندر میں گھس گئے تھے، بحرین میں مرتدین سے قتال کرنے میں ان کا بڑا حصہ ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ❸

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نجران کی طرف بھیجا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سو احادیث روایت کی ہیں۔ آٹھ احادیث متفق علیہ ہیں۔ بخاری میں ایک اور مسلم میں چھ احادیث ہیں، یہ دس ہجری میں ماہ رمضان میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ کی بیعت کر کے اسلام قبول کیا۔

❶ الاستیعاب: ٤/ ١٧٦٢۔ ❷ معجم الصحابہ: ٢/ ٢٣٤۔ ❸ الاستیعاب: ٣/ ١٠٦٦۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: جریر اپنے حسن کی وجہ سے اس امت کے یوسف ہیں اور آپ دراز قد تھے آپ کا سر اونٹ کی کوہان تک پہنچتا تھا۔ آپ رات کے وقت زعفران سے داڑھی رنگتے تھے اور صبح کے وقت اسے دھو دیتے تھے۔ انہوں نے حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں میں سے کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ انہوں نے جزیرہ عرب اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں قیام کیا اور ۵۴ ہجری میں وفات پائی۔ [1]

حضرت عبداللہ بن ثوب رحمۃ اللہ علیہ کو جرش کی طرف بھیجا ان کا پورا نام عبداللہ بن ثوب ابو مسلم خولانی ہے آپ کبار تابعین میں سے ہیں، آپ عالم باعمل تھے، آپ کے بہت سے فضائل ہیں، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اسود بن قیس بن ذی الخمار نے جس نے یمن میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا ان کی طرف پیغام بھیجا، جب وہ اس کے پاس گئے تو اس نے کہا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ انہوں نے کہا: میں نہیں سنتا، اس نے کہا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس نے یہ بات کئی مرتبہ دہرائی اور آپ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا، چنانچہ اس نے آپ کو ایک بہت بڑی آگ میں ڈالنے کا حکم دیا، آپ کو آگ میں ڈال دیا گیا لیکن آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، اس کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ اسے جلاوطن کر دو ورنہ یہ تمہارے متبعین کو خراب کر دے گا، چنانچہ اس نے آپ کو کوچ کرنے کا حکم دیا، جب آپ مدینہ پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن چکے تھے۔ ابو مسلم نے مسجد کے دروازے پر اپنی سواری بٹھائی اور مسجد میں داخل ہو گئے، ایک ستون کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا اور ان کا انتظار کرنے لگے، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں؟ انہوں نے کہا: یمن سے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس آدمی کا کیا بنا جس کو کذاب نے آگ میں جلایا تھا؟ انہوں نے کہا: وہ عبداللہ بن ثوب ہیں، انہوں (عمر) نے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تم وہی ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں گلے لگایا اور رونے لگے پھر انہیں اپنے ساتھ لے گئے اور انہیں اپنے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان بٹھایا اور کہا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ پر اس وقت

[1] الاصابہ: ۱/ ۴۷۵۔

تک موت واقع نہیں کی جب تک مجھے امت محمد ﷺ کا ایسا شخص نہیں دکھا دیا جس کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا جو اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا تھا (یعنی انہیں بھی آگ میں ڈالا گیا تھا)۔ ❶

حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل کی طرف بھیجا گیا۔ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ سے پہلے اسلام قبول کیا اور اس میں شریک بھی ہوئے، آپ صالح، فاضل اور سخی تھے۔ انہیں زاد کارواں کا نام دیا گیا تھا، آپ اپنا زاد راہ لوگوں کو کھلاتے رہتے اور جب زاد راہ ختم ہو جاتا تو پھر ان کے لئے اپنا اونٹ بھی ذبح کر دیتے تھے، آپ نے سن ۲۰ ہجری میں ساٹھ سال کی عمر میں شام میں وفات پائی۔ ❷

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ شام کے نگران تھے۔ شرحبیل رضی اللہ عنہ اور ان کے دو اخیافی بھائیوں حضرت جنادہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے شروع ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا، انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی، انہوں نے سن ۱۸ ہجری طاعون عمواس میں سڑسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت ابوعبیدہ اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہما ایک ہی دن فوت ہوئے۔

حضرت عمرو بن عاص اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بھی شام میں تھے، یزید کو یزید الخیر (بھلائیوں کو فروغ دینے والا) بھی کہا جاتا تھا۔ انہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور حنین میں شرکت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس روز انہیں سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی دی، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے انہیں فلسطین اور اس کے گرد و نواح کا والی مقرر کیا، یہ بھی ۱۸ ہجری میں طاعون عمواس میں فوت ہوئے۔ ❸

حضرت مثنی بن حارثہ الشیبانی رضی اللہ عنہ عراق کے عامل تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مہر

آپ کی مہر کا نقش تھا: "نِعمَ القَادِرُ اللّٰہُ۔" ❹

---

❶ اسد الغابہ۔ ❷ الاستیعاب: ۳/ ۱۲۳٤۔

❸ الاصابہ: ۷/ ۲٦۹؛ معجم الصحابہ: ۱/ ۳۲۹۔

❹ تاریخ الخلفا: ص ۱۰۷؛ تاریخ الطبری: ۲/ ۳۵۲؛ الطبقات الکبری: ۳/ ۲۱۱۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقوال زریں

(۱) موت کی حرص کرو تمہیں زندگی عطا کی جائے گی۔

(۲) جب تم مشورہ طلب کرو تو راست گوئی سے کام لو تمہیں صحیح مشورہ دیا جائے گا، مشیر سے اپنی بات نہ چھپاؤ ورنہ غلط مشورے کا وبال آپ پر ہوگا۔

(۳) جب تم سے نیکی کا موقع نکل جائے تو اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اگر تم اسے پالو (یعنی نیکی کا موقع مل جائے) تو اس میں سبقت کرو۔

(۴) جس شخص میں چار صفات ہوں وہ اللہ کے پسندیدہ لوگوں میں سے ہے۔ جو توبہ کرنے والے کو دیکھ کر فرحت محسوس کرے، گناہ گار کے لئے مغفرت طلب کرے، کسی کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعا کرے اور محسن کی اعانت کرے۔

(۵) اپنے نفس کی اصلاح کر لوگ تیرے لئے بہتر ہو جائیں گے۔

(۶) بہترین دانائی تقویٰ ہے، سب سے بری حماقت گناہ ہے، سب سے بڑی سچائی امانت اور سب سے بڑا جھوٹ خیانت ہے۔

(۷) تمہارا قوی میرے نزدیک ضعیف ہے حتیٰ کہ میں اس سے حق نہ لے لوں اور تمہارا ضعیف میرے نزدیک قوی ہے حتیٰ کہ میں اسے اس کا حق نہ دلا دوں۔

(۸) اللہ نے بشارت کا خوف کے ساتھ ذکر کیا ہے تا کہ بندہ شوق وخوف کے ساتھ رہے۔

(۹) یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے باطن سے ایسے ہی آگاہ ہے جیسا کہ وہ تمہارے ظاہر سے آگاہ ہے۔

(۱۰) جب بندے میں دنیا کی زینت کی کسی چیز کی وجہ سے فخر وغرور آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے جب تک وہ اس زینت سے علیحدہ نہ ہو جائے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیری نگرانی ہو رہی ہے۔

(۱۲) کثرتِ کلام بعض باتوں کے بھول جانے کا باعث بنتی ہے۔

(۱۳) ہر وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ ہدایت سے محروم کر دے وہ گمراہ ہے، اور ہر وہ شخص جسے اللہ

تعالیٰ عافیت نہ دے وہ آزمائش و مصیبت میں ہے، ہر وہ شخص جس کی اللہ مدد نہ کرے وہ بے یارومددگار ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو اللہ گمراہ کر دے تو وہی گمراہ ہے۔

(۱۴) تین چیزیں ایسی ہیں جس کسی میں ہوں گی وہ اس کے لئے وبال ہوں گی۔ سرکشی، عہد شکنی اور دھوکہ۔

(۱۵) ترازو کا حق ہے کہ اس میں حق رکھا جائے تو وہ ثقیل ہو اور ترازو کا حق ہے کہ اس میں باطل رکھا جائے تو وہ خفیف ہو۔

(۱۶) تیرے لئے دو خصلتیں جو تجھے ناپسندیدہ ہیں وہ تیرے لیے بہتر ہیں۔

(۱۷) وہ قوم ذلیل ہوگئی جنہوں نے اپنی رائے کسی عورت کے سپرد کر دی۔

(۱۸) اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے ذاتی طور پر اپنے بھائی کی مدد کی۔

(۱۹) نیکوکار برائی کے مقامات سے اجتناب کرتا ہے۔

(۲۰) اس مال میں کوئی خیر نہیں جس کا انجام جہنم ہو، اور اس آزمائش میں کوئی شر نہیں جس کے بعد جنت ہو۔

(۲۱) جس کا ایمان نہیں اس کا دین نہیں، اس شخص کے لئے کوئی اجر نہیں جسے کوئی رکاوٹ نہ ہو، اور اس شخص کا کوئی عمل نہیں جس کی نیت نہ ہو۔

(۲۲) معافی اور سزا کا تعین کرتے وقت تمہاری بات پختہ ہونی چاہیے۔

(۲۳) کاش کہ میں کوئی درخت ہوتا، کاٹ دیا جاتا یا پھر کھالیا جاتا۔

(۲۴) صبر و تسلی کے ساتھ کوئی مصیبت نہیں۔

(۲۵) موت اپنے بعد والے مراحل میں سب سے ہلکی اور سابقہ مراحل میں سب سے زیادہ بھاری ہے۔

(۲۶) آپ اپنی زبان کو پکڑ کر کہا کرتے تھے۔ ”یہ وہ ہے جس نے مجھے کٹھن مقامات تک پہنچایا۔“

(۲۷) ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ کی قسم! میں تمہیں اس طرح برا بھلا

کہوں گا کہ وہ تمہارے لئے قبر میں بھی تکلیف دہ ہوگا۔ تو انہوں نے کہا: تیرے لئے ہوگا میرے لئے نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یہ چند کلمات ہیں جن کا ہمیں پتہ چلا ہے۔ اس کے باوجود کہ آپ کم گو، طویل خاموشی اختیار کرنے والے اور زیادہ عبادت گزار تھے۔ آپ سے صرف بیالیس احادیث مروی ہیں، حالانکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مدت رہے۔ میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خاموشی اور شدت احتیاط کو اختیار کرتے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ اپنی زبان پکڑ کر کہا کرتے تھے، یہ وہ ہے جس نے مجھے دشوار مقامات پر پہنچایا، تو کیا وہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں گے جو کلام کو خاموشی پر اور قول کو عمل پر ترجیح دیتے ہیں؟